ماهنامه
المرشد
جولائی
2007ء

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الكريم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اقتدار کی ہوس............عوام کی بے بسی

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

قرآن سے روگردانی کی صورتیں!

جو کوئی اس کتاب سے روگردانی کرے گا اسے اس روگردانی کا بوجھ یوم حشر اٹھانا پڑے گا جو ہمیشہ کے لئے اس کے گلے پڑ جائے گا روگردانی کو علماء نے دو معنی میں لیا ہے۔ اول انکار، ظاہر ہے اس کا نتیجہ کفر اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہے۔ دوسرا معنی اعراض کا یہ ہے کہ اسے پڑھنے یا سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے یا اگر پڑھے تو محض دنیا کی اغراض کے لئے وظیفہ بنا لے یا غلط پڑھتا رہے اور اصلاح کی فکر نہ کرے یا بعض لوگ عمر بھر پڑھنے کا تکلف ہی نہیں کرتے اور اس پر عمل کی فکر نہ کرنا تو بہت ہی سخت اعراض ہے اللہ کریم اس سے اپنی پناہ میں رکھے اللہ کی کتاب سے روگردانی کا بوجھ۔ یوم حشر بہت ہی بُرا بوجھ ہوگا بلکہ جب صور پھونکا جائے گا تو کفار یا اس کا انکار کرنے والے تو ایسی حالت میں اٹھیں گے کہ ان کی آنکھیں کرنجی ہوں گی یعنی بہت ناپسندیدہ رنگ کی۔ انہوں نے ان سے کتاب اللہ کی صداقت بھی نہ دیکھی اور ڈرتے ڈرتے آپس میں سرگوشیاں کریں گے کہ یہ تو زیادہ سے زیادہ دس روز ہی گزرے ہوں گے کہ قیامت قائم ہوگئی یعنی بہت جلدی حساب دینا پڑ گیا۔ اب کیا ہوگا جبکہ اُن میں سے بہتر رائے والا تو کہے گا دن بھر ہی گزرا ہوگا دس روز بھی کہاں گزرے اور اسے ان سے بہتر رائے والا اس لئے فرمایا کہ یوم حشر اور آخرت کے مقابل تو دنیا کی زندگی اور برزخ کا عرصہ ایسے ہی لگے گا یعنی بہت کم ہوگا۔ طٰہٰ 20

اداریہ

عام آدمی کی حالتِ زار اور حکومت کی ذمہ داری

وطن عزیز کو یہ شرف وامتیاز حاصل ہے کہ ریاست مدینہ کے بعد یہ واحد مملکت ہے جو ''اسلام'' کے نام پر ایک خاص نظریے اور مقصد کے تحت وجود میں آئی۔ اس نعمت کو حاصل کئے 59 سال کا طویل عرصہ بیت چکا ہے مگر ہر ابھرنے والا سورج ہمیں اپنے مقصد سے دور اور نظریے سے غافل کرتا چلا گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ آج ہمارا معاشرہ ظلم کی ہر تعریف پر پورا اترتا ہے۔ کرپشن' رشوت' سفارش' اقربا پروری' سود خوری' ملاوٹ' اخلاقی بے راہ روی' فحاشی' بے حیائی' چوری' ڈاکہ زنی' قتل وغارت گری' تفرقہ بازی' مذہبی بے حسی غرضیکہ دنیا بھر کی غلاظتیں پاک سرزمین پر جمع ہوگئی ہیں۔

60 سالہ ملکی تاریخ میں مختلف جماعتوں اور شخصیات کو اس ملک پر حکومت کرنے کا موقع ملا لیکن بہتری کا عمل نعروں' دعوں اور وعدوں سے آگے نہ بڑھ سکا۔

7 سال قبل جب جنرل پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالا تو قوم سے ''معیشت کی بحالی'' اور ''لٹیروں کے احتساب'' کا وعدہ کیا اس بنا پر قوم نے ان سے بہت سی امیدیں وابستہ کرلیں اور ان کی آمد پر مٹھائیاں بانٹی گئیں۔ تلخ ترین سچ یہ ہے کہ صدر پرویز مشرف تادم تحریر ان دونوں وعدوں کو وفا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اب تک معیشت بحال ہوئی ہے نہ لٹیروں کا احتساب ہوسکا ہے لیکن صدر مملکت اور موجودہ حکومت بدستور وعدوں پر وعدے کرتے چلے آرہے ہیں۔

3 جولائی 2007 کو دارالعرفان منارہ میں ماہانہ اجتماع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے امیر محمد اکرم اعوان نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ''اسلام سلامتی کا مذہب ہے۔ اسلامی ریاست سلامتی کی ضامن ہوتی ہے اور یہاں سلامتی ہی ناپید ہے۔ کسی شعبہ زندگی میں کوئی اصول' قاعدہ اور ضابطہ نہیں رہا۔ یوں لگتا ہے جیسے جاہلیت کا عہد اور حضورﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ پلٹ آیا ہے۔ حکومت کا رویہ یہ ہے کہ یا تو وہ مستقبل کا صیغہ استعمال کرتے ہیں کہ یہ ہوگا اور یا پھر خواہش وآرزو کرتے ہیں کہ ایسا ہونا چاہیے۔ حالانکہ حکومت نام ہے اس ادارے کا جو نہ آرزو کرے اور نہ آئندہ کے وعدے کرے بلکہ جو کچھ کرنا ہے وہ کر کے دکھائے۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ تقریریں کرنے اور اشتہار شائع کرنے کی بجائے عملاً کچھ کر کے دکھائے''۔

امیر المکرم نے بجاطور پر ایک انتہائی اہم معاملے کی طرف حکومت اور اپوزیشن کی توجہ مبذول کرائی ہے کیونکہ آج کی اپوزیشن کل کی حکومت بھی ہوسکتی ہے۔

عام آدمی حکومتی کارکردگی اور ملکی ترقی کو ماپنے کا پیمانہ ہوتے ہیں۔ آج عام آدمی کی حالت زار کو دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ عام آدمی شدید مشکلات کا شکار ہے اور ان مشکلات میں شدت سے اضافہ ہورہا ہے۔ دوسری طرف حالت زار یہ ہے کہ عام آدمی کی زندگی میں بہتری لانے اور اسے مشکلات سے نکالنے کیلئے حکومتی حلقوں کی طرف سے عملی کوشش نہ ہونے کے برابر ہے۔ عام آدمی چونکہ ریاست کی بنیاد کے پتھر ہوتے ہیں۔ تمام تر بوجھ انہوں نے ہی اٹھا رکھا ہوتا ہے۔ ان کو نظرانداز کردینے کا اثر یہ ہے کہ آج ریاستی عمارت کے ستون لرز رہے ہیں۔ کوتاہ نظری کی انتہا یہ ہے کہ اہل سیاست حصول اقتدار کیلئے تو ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن عام آدمی کی حالت زار سے انہیں کچھ غرض نہیں۔

وہ جو آسودۂ ساحل ہیں اُنہیں کیا معلوم
اب کے موج آئی تو پلٹے گی کنارے لے کر

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

- گردِ سفر
- نشانِ منزل
- کونسی ایسی بات ہوئی ہے
- سوچ سمندر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- دیدۂ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہیے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

غزل

کہاں سے یہ کیسی ہوا آ رہی ہے
کہ ساون نہیں اور گھٹا چھا رہی ہے

کہاں ہیں وہ لمحے؟ چرائے وہ کس نے؟
ہوا جن کے گیتوں کو دہرا رہی ہے

لپٹ کر یہ دریا سے کھو دے گی خود کو
ندی بے خبر ہے بہے جا رہی ہے

گہر تو بنے گا کوئی ایک قطرہ
گھٹا سب خزانے کو لٹوا رہی ہے

ضروری نہیں اس سے اظہار الفت
جسے چشم نمناک سمجھا رہی ہے

زمانے کو سیماب نے کب بتایا
تیری بے رخی بات پھیلا رہی ہے

اقوالِ شیخ

☆ ......اللہ کریم کے ذاتی کلام کا کمال یہ ہے کہ اُس کا ہر جملہ پوری انسانی زندگی کی ترتیب بتا دیتا ہے۔

☆ ......توبہ کا ایک لمحہ صدیوں کی دوری مٹا کر واصل باللہ کر دیتا ہے اور توبہ یہ ہے کہ عقائد کی اصلاح کرے، کردار کی اصلاح کرے اور سچائی کے راستے پہ گامزن ہو جائے۔

☆ ......ذکر الٰہی کی اصل یہ ہے کہ بندے میں اللہ کی اور وصول الی اللہ کی طلب پیدا ہو جائے۔ جو کوئی ذکر اذکار کو طلب الٰہی کی بجائے اپنی ذات کے لئے استعمال کرے تو یہی ذکر جو آب حیات ہے اُس کے لئے زہر قاتل بن جاتا ہے۔

☆ ......جب کوئی آنکھیں بند کر کے گنجان راستوں پر نکل پڑتا ہے تو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کس گڑھے میں گر کر تباہ ہو جائے۔

☆ ...... موجودہ عہد کی اندھیر نگری میں اللہ کے صحیح دین پر قائم رہنا، عقائد کی اصلاح کا ہو جانا اعمال کی توفیق ہو جانا اور اتباع رسالت ﷺ کی تمنا کا پیدا ہو جانا یہ اس عہد کی بہت بڑی دولت ہے۔

☆ ...... رسول اللہ ﷺ نے چاند نظر آنے، نہ آنے کا تنازعہ بھی قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی بتایا ہے۔

☆ ...... دین اس وقت سب سے کمزور ہے حتی کہ کمزور سے کمزور آدمی جس کی کوئی حیثیت نہیں وہ بھی جس طرح چاہے اُس طرح دین گھڑے اُسے روکنے والا کوئی نہیں۔

☆ ...... ہم نے ایک مصیبت یہ بھی کھڑی کر لی ہے کہ تہجد کے لئے اٹھنا ہے تو فجر ساتھ ہی پڑھنی ہے یہ ضروری نہیں ہے جس وقت آنکھ کھل جائے اُٹھ کر تہجد پڑھ لے پھر سو جائے، فجر کے لئے پھر اُٹھ جائے۔

مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت نہیں ہے!

مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص کو اپنی پسند کا مذہب رکھنے کی آزادی ہے۔ کوئی عیسائی رہنا چاہتا ہے تو رہے' کوئی ہندو رہنا چاہتا ہے رہے۔ کوئی سکھ رہنا چاہتا ہے رہے' کوئی یہودی رہنا چاہتا ہے رہے۔ جو کوئی جس مذہب پر رہنا چاہتا ہے اس بات پر اُس سے جھگڑا نہیں کیا جائے گا لیکن مسلمان کو مسلمان ہی رہنا چاہیئے۔ درمیانی راستہ نہیں اور اگر درمیانی راستے ہوں گے تو وہ تمہیں کفر کی طرف لوٹا کر لے جائیں گے!

03-06-2007

کو دارالعرفان منارہ میں

حضرت امیرالمکرمؒ ملک محمد اکرم اعوان مدظلہ کا فکر انگیز خطاب

الحمدللہ رب العٰلمین○

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّالہٖ

واصحابہٖ اجمعین○

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم○

یایھاالذین اٰمنُوا ان تطیعوا فریقاً.........فقد ھُدیَ الیٰ

صراطِ مستقیم○

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۰ تا ۱۰۱

اللھُم سبحنک لا علملناَ الا ما علمتنا اِنکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِ وَسَلِّمُ دَائماً ابداً

عَلیٰ حَبِیبکَ مَنُ زانت بِہٖ الُعُصُروا

بحیثیت قوم ہمارا آج بہت بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اجتماعی خرابی کا شکار ہو رہے ہیں باطل مذاہب اور دیگر اقوام ہم پر غالب آتی جا رہی ہیں اور عملی دنیا میں ہم ہر محاذ پر مار کھا رہے ہیں۔ کہیں دہشت گردی ہے' کہیں اندرونی خلفشار ہے' کہیں آپس کے جھگڑے ہیں تو کسی ملک پر بیرونی یلغار ہے لیکن موت کا رقص ہر جگہ جاری ہے۔ عدم تحفظ کا یہ عالم ہے کہ جو والدین بچوں کو سکول بھیجتے ہیں اُن کی واپسی تک اُن کے دل لرزتے رہتے ہیں کہ شائد بچے واپس پہنچیں گے یا نہیں کوئی مزدوری کیلئے گھر سے نکلتا ہے تو اعتبار نہیں ہوتا کہ شام کو لوٹے گا یا نہیں کوئی سودا سلف لانے کیلئے گھر سے نکلتا ہے تو خطرہ یہ ہوتا ہے کہ کہیں راستے میں مارا نہ جائے یہ کیسی ریاستیں ہیں اور یہ کس طرح کا اسلام ہے۔ جس میں سلامتی نام کو نہیں ہے اسلام تو سلامتی کا مذہب ہے اسلامی ریاست تو سلامتی کی ضامن ہے اور یہاں سلامتی ہی ناپید ہے کسی شعبہ زندگی میں کوئی اصول وقاعدہ کوئی ضابطہ نہیں رہا یوں لگتا ہے جیسے جاہلیت کا عہد اور حضورﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ پلٹ آیا ہر طاقتور کیلئے جو چاہے وہ آسان ہے اور ہر کمزور کا کوئی حق باقی نہیں رہا کمزوری ہی سب سے بڑا جرم بن گئی ہے اب اس پہ ہمارے دانشور حضرات

سیاستدان اور ارباب اقتدار حکومت سوچ بچار بھی کرتے ہیں باتیں بھی کرتے ہیں پند ونصائح بھی کرتے ہیں اور حکومتوں کا رویہ بھی یہ ہے کہ یا تو وہ مستقبل کا صیغہ استعمال کرتے ہیں کہ یہ ہوگا اور یا پھر خواہش و آرزو کرتے ہیں کہ ایسا ہونا چاہئے' جبکہ حکومت نام ہے اُس ادارے کا جو نہ آرزو کرے اور نہ آئندہ کے وعدے کرے بلکہ جو کچھ کرنا ہے وہ کر کے دکھائے۔

حکومت کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ جو کرنا ہے یہ آرزو کرنا کہ ایسا ہونا چاہیے یہ تو بے اختیار آدمی کی بات ہے کہ وہ آرزو کرتا ہے کہ ایسا ہونا چاہئے لیکن وہ کر نہیں سکتا یا ایسا ہوگا یہ تو کوئی نجومیوں جوتشیوں والی بات لگتی ہے کہ وہ جھوٹے وعدے کرتے رہتے ہیں اور اندازے لگاتے رہتے ہیں یہ ہوگا وہ ہوگا حکومتوں کو یہ دونوں صیغے زیب نہیں دیتے بلکہ حکومت کو تقریریں کرنے کی بجائے' اشتہار دینے کی بجائے' خواہش و آرزو کرنے کی بجائے عملاً کرنا چاہیے۔

یہ سب کچھ کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ دہشت گردی کی کیا وجہ ہے؟ افراتفری کا سبب کیا ہے؟ اس پہ بڑی زور دار بحثیں بھی ہوتی ہیں روزانہ ذرائع ابلاغ پہ بات ہوتی ہے ملک کے دانشور اپنی اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے ہیں حکومتی ذرائع اپنی رائے رکھتے ہیں حزبِ مخالف اپنی رائے رکھتا ہے۔ ہر آدمی اپنی دانش اپنی ہمت کے مطابق اُس کا جواب تلاش کرنا چاہتا ہے اُس کا تدارک چاہتا ہے۔

اگر اس بیماری کو ہم اللہ کریم سے پوچھیں چونکہ مسلمان کی اساس تو اللہ کریم سے تعلق پر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت پہ ہے اور یہ جو بنیادی عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ خاتم النبین ہیں اس کو جس انداز میں پیش کیا جاتا ہے میرا ذاتی خیال ہے میں سمجھتا ہوں کہ شائد اُس سے بات پوری طرح واضح نہیں ہوتی ایسے لگتا ہے عام سننے والے بندے کو ایسے لگتا ہے کہ ختم نبوت سے شائد اب یہ مراد ہے کہ نبوت باقی نہیں رہی یا اللہ کریم اب کوئی نبی بنا نہیں سکتا۔ یا پتہ نہیں کچھ ایسی بات ہوگئی ہے تو اس کا جواب تلاش کرنے کیلئے پہلے تو دیکھنا یہ چاہیے کہ نبی مبعوث کیوں ہوتے ہیں؟

نبوت ضرورت ہے عالمِ انسانیت کی اور اللہ کریم کا احسان ہے ورنہ تو یوم الست جو میثاق لیا تھا اللہ نے **الست بربکُم قالوا بلٰی** عالم ارواح میں تمام ارواح کو جمع فرما کر اللہ کریم نے عہد لیا تھا کہ تمہارا پروردگار کیا میں نہیں ہوں قالوا بلٰی سب نے کہا بیشک آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں آپ ہی ہمارے خالق ہیں' مالک ہیں' رازق ہیں' صحت 'بیماری نعمت اور تندرستی ہر چیز دینا' یا زندگی دینا' موت دینا سب آپ کے دست قدرت میں ہے اور ہم آپ کے بندے ہیں تو فرمایا اس پہ قائم رہنا کل یہ نہ کہنا کہ دنیا میں آ کر ہم بھول گئے تھے یا ہمارے بزرگوں سے بھول ہوئی اور ہم اُن کے پیچھے چلتے رہے تو بات تو ختم ہو گئی لیکن جب لوگ دنیا میں آئے ایک بہت بڑا انقلاب تھا کہ روح عالم امر سے عالم خلق میں آئی اور مادی وجود میں جب وہ داخل ہوئی تو وہ جو مادی وجود کے اثرات اُس پہ آئے۔ وہاں جو عہد ہوا تھا وہ مجرد ارواح سے ہوا تھا وہاں وجود تو نہیں تھے بدن تو اس عہد میں شریک نہیں تھے اب بدن کی خواہشات اُسکی ضرورتیں اور اُس کے سامنے بکھرا ہوا اللہ کا یہ وسیع جہان اور کائنات اور اُس میں رنگا رنگ نعمتیں تو وہ اُس میں ایسا الجھا کہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ ارواح چونکہ دنیا میں بدن کے تابع ہوتی ہیں مکلّف بالذات بدن ہوتا ہے روح باتبع مکلّف ہوتی ہے اُس کے تابع ہوتی ہے تو خطرہ یہ تھا کہ ارواح بھی وہ عہد بھول جائیں گے اور بات بگڑ جائے گی تو یہ ایک ضرورت پیدا ہوگئی کہ انسانیت کو کچھ سہارا ملے کہ وہ اپنے اُس عہد الست پہ قائم رہے تو یہ انسانیت کی ضرورت تھی اور اللہ چونکہ رب العلمین ضرورتیں پوری کرنے والا ہے اُس نے انسانیت کی یہ ضرورت پوری فرمائی نبی

مبعوث فرمائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے وہ عہد الست بھی یاد دلایا توحید باری بھی یاد دلائی اور مزید برآں جو انعام ہوا انبیاء کی بدولت وہ یہ ہوا کہ اس عالم آب وگل میں زندگی کو کس اسلوب سے گزارو گے تو اللہ کریم تم پر راضی ہوگا اور کس انداز سے گزارو گے تو اللہ سے دوری کا اور اللہ کی ناراضگی کا شکار ہو جاؤ گے پھر ایک شعبہ اُس میں عبادات کا دیا کہ پوری عملی زندگی میں کچھ مخصوص اعمال جو صرف اللہ کیلئے کئے جائیں گے جنہیں عبادت کہا جائے گا یہ تمہارا پھر سے وہ تعلق بحال کر دیں گے کہ جب تم ان آلائشوں سے پاک عالم امر میں تھے اور اللہ سے تمہارا ایک ذاتی رابطہ تھا اُس نے براہ راست تم سے بات کی مخاطب کیا تمہیں اور پوچھا الستُ بربکم تو یہ جو عبادات کا ایک ہوگا روزانہ کی زندگی میں یہ تمہارے اُس روحانی تعلق کو پھر سے زندہ کر دے گا اور تمہیں حضورِ حق نصیب ہو جائے گا انبیاء آتے رہے اقوام کی طرف مبعوث ہوئے ممالک کی طرف مبعوث ہوئے مخصوص زمانوں کیلئے مبعوث ہوتے رہے انسانیت ترقی کرتی رہی انسانی شعور انسانی عقل وخرد ترقی کرتا رہا اور جہاں روئے زمین کے گوشوں کھدروں میں کہیں بھی انسان آباد تھے اللہ کریم نے فرمایا کہ ہم نے کوئی ایسی بستی کوئی انسانی آبادی ایسی نہیں چھوڑی جہاں اپنے نبی مبعوث نہ فرمائے ہوں جہاں بھی ضرورت پیش آئی۔ جہاں بھی انسانوں کے بھولنے کا خطرہ پیدا ہوا جہاں بھی انسان بھٹکنے لگے تو اُس رب کریم نے اُن کی اُس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے نبی مبعوث فرما دیا کتابیں نازل فرمائیں۔ احکام نازل فرمائے۔ یہ نظام چلتا رہا حتی کہ انسانیت اپنی بلوغت کو اپنے کمال کو پہنچ گئی جب انسانیت اپنی بلوغت کو پہنچی کمال کو پہنچی تو اللہ کریم نے ایسا رسول ﷺ مبعوث فرمایا جو ایک ہی وقت میں ساری انسانیت کیلئے مبعوث ہوا۔ سارے ممالک کیلئے مبعوث ہوا اور سارے زمانوں کیلئے مبعوث ہوا جب یہ نبوت سارے زمانوں پر حاوی ہوئی تو پھر کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت باقی نہ رہی ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت بعثت عالی سے لیکر جب تک یہ جہاں قائم ہے تب تک کیلئے جاری وساری ہے آج بھی رسالت نبوت آپ ﷺ کی ہے اور یوں کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی تو جن لوگوں نے جھوٹے دعوے کئے ہیں نبوت کے کوئی چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اتنی زیادہ اُسکی نقل بھی ہوتی ہے سونا قیمتی دھات ہے تو سونے کی نقل بنانے کی لوگ کوشش کرتے ہیں ہیرا قیمتی پتھر ہے تو نقلی ہیرے بنتے ہیں نبوت بہت بڑی عظمت تھی لوگوں نے اسکی نقل کرنے کی کوشش کی لوگوں نے تو خدا ہونے کے دعوے کئے اور اللہ کی نقل بننے کی کوشش کی تو پھر نبوت کی بھی کر سکتے تھے تو جتنے لوگوں نے یہ ظلم کیا اُن کے دلائل اگر آپ دیکھیں تو اسی بات کے گرد گھومتے ہیں کہ نہیں جی خاتم سے مراد ہے خاتم سے مراد یہ ہے کہ خاتم سے مراد وہ ہے اور اللہ قادر ہے اور اللہ اور نبی بنا سکتا ہے اور یہ اُس بحث میں الجھے رہتے ہیں اس طرف نہیں آتے کہ نبوت انسانیت کی ضرورت تھی کیا حضور ﷺ کی بعثت کے بعد یہ ضرورت باقی ہے۔ اگر ضرورت باقی نہیں ہے پھر نبی مبعوث ہونے کا کیا مطلب؟ یہ کبھی اس طرف بحث کو نہیں لاتے اور شائد عام آدمی کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ علمائے کرام بھی اس انداز سے بہت کم بحث کرتے ہیں تو یہ نبوت جو جس نے قیامت تک کیلئے نوع انسانی کی ضرورت کو پورا کر دیا اور نئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی اب یقیناً اس نبوت عالی میں اتنی قوت اتنا کمال، اتنی روشنی یقینی ہے کہ قیامت تک عالم انسانیت کی راہنمائی کا فریضہ باحسن وخوبی اور مکمل طور پر انجام دیتی رہے اور جو بھی دامن تھام لے وہ واصل باللہ ہو جائے اس میں تو کوئی شک نہ رہا کہ آپ ﷺ کی نبوت اپنی پوری برکات وفیوضات کے ساتھ اپنے پورے زور وقوت کے ساتھ آج بھی

اُسی طرح نور افشاں ضوفشاں اور رحمت فشاں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ نور نبوت کی ضوفشانیوں کے باوجود برکات نبوت کے موجود ہونے کے باوجود ہم اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں ہم ظلم کا شکار ہو رہے ہیں ہم افراتفری کا شکار ہو رہے ہیں ہمارے ملکوں شہروں بازاروں میں موت کا رقص جاری ہے شیطنت رقصاں ہے شیطانی کاروبار جو ہے وہ پھل پھول رہے ہیں اس کا سبب کیا ہے؟

یہی بات اگر بارگاہ الوہیت میں پیش کی جائے کہ بارالہا سورج کی روشنی سے زیادہ روشنی تیرے نبی کی ﷺ ہماری آنکھوں کے آگے اندھیرا کیوں ہے ہم کیوں بھٹک رہے ہیں تو ایک بڑا بنیادی سبب جس طرح ہر مرض کا ایک سبب ہوتا ہے اس بیماری کا بھی بنیادی سبب جو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو روئے زمین پر کفر کا دور دورہ تھا اور کم و بیش چھ صدیاں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایسی بیت چکیں تھیں جسے ''عہد فترت'' کہا جاتا ہے یعنی جس میں وحی منقطع رہی عیسیٰ علیہ السلام کے علوم لوگوں نے کھو دیئے اور نیا نبی مبعوث کوئی نہ ہوا اور ایسا زمانہ آیا کہ لوگوں کا ذات باری سے رابطہ کٹ گیا اور اُس زمانے میں جو خوش نصیب تھے اگرچہ وہ گنتی کے لوگ تھے۔ لیکن تھے جنہوں نے مظاہر قدرت کو دیکھ کر توحید باری کا اقرار کیا انہیں کو مسلمان شمار کیا گیا اور انہیں کو اہل جنت شمار کیا گیا چونکہ نبوت کی تعلیمات تو تھیں نہیں اور مظاہر قدرت کو دیکھ کر سورج کا طلوع وغروب موسموں کا تغیر و تبدل چیزوں کا پیدا ہونا مرنا یہ ایک نظام ہے مسلسل جسے دیکھ کر جو خوش نصیب تھے انہوں نے اندازہ لگایا کہ اس کا ایک مالک ہے اور واحد ہے لاشریک ہے۔ جس کی قدرت کامل ہے اور اس پورے نظام کو پوری ترتیب کے ساتھ چلا رہا ہے۔ جس میں رائی برابر کمی بیشی نہیں آئی تو توحید باری کا اقرار ہی اسلام تھا اور یہی عبادت تھی اور یہی جنتی ہونے کیلئے کافی تھا۔ لیکن جب اس طویل عہد فترت کے بعد نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو روئے زمین پر شیطنت کا راج تھا ظلم و جور کا دور دورہ تھا اور یہ جو آج کے بڑے تہذیب کے علمبردار بنتے ہیں مغربی اقوام تو میرا خیال ہے کہ اب تو دو ہزار آ گیا اکیسویں صدی آ گئی تو آج سے ہزار سال پہلے تک کہا تو یہ جاتا ہے افریقی اقوام انسانی گوشت کھاتی تھی اہل مغرب کی دکانوں پر انسانوں کا گوشت آج سے ہزار سال پہلے بکا کرتا تھا جس طرح آپ کے ہاں جانوروں کا اور بکروں کا گوشت بکتا ہے اہل مغرب اس طرح انسانوں کو کاٹ کر دکانوں پہ رکھ کے بیچا کرتے تھے یہ جو آج تہذیب کے علمبردار بنے ہوئے ہیں تو اس سارے عالم نے حضور ﷺ کی مخالفت کی کتنی عجیب بات ہے کہ اس بوڑھے آسمان نے یہ بھی دیکھا کہ روئے زمین پر ایک ہستی توحید باری کا دعویٰ کر رہی ہے اور اُسکے ساتھ کوئی دوسرا نہیں۔ ماسوا عالم مخالفت پہ ہے پھر ایک کے ساتھ دو ہوئے۔ خواتین میں سے حضرت خدیجہؓ اور مردوں میں سے ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے۔ دو ہوئے تین ہوئے ایک ایک شامل ہوتا گیا اور یوں یہ نور نبوت کا ایک گلشن آباد ہوتا گیا۔ کفر کی آندھیاں چلتی رہیں ظلم جور و جفا کے جھکڑ چلتے رہے لیکن یہ باغ پھلتا پھولتا رہا اور تیئس برس کے معمولی سے عرصے میں یہ ایک دو تین سے بڑھتے بڑھتے اسلامی ریاست بنی اسلامی افواج بنی اور تیئس برس کے عرصے میں اللہ کا کلام اور اللہ کا دین مکمل ہو گیا اور نبی کریم ﷺ یہ امانت خلفائے راشدین کو سونپ کر دنیا سے پردہ فرما گئے اور حیرت انگیز بات ہے کہ وصال نبوت کے بعد تیئس برسوں میں معلوم دنیا کے تین حصوں پر 3/4 حصے پر اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی اور اللہ کا دین نافذ ہو چکا تھا اس سے بڑا معجزہ تاریخ میں نہیں ملتا اور اس سے بڑی تبدیلی چشم فلک نے نہیں دیکھی یہ کیا قوت تھی؟ کیا طاقت تھی؟ ان لوگوں میں کیا بجلی دوڑ گئی تھی؟ کیا برق کوندگئی تھی کہ جس طرف جاتے تھے انقلاب اُن کے آگے آگے

چلتا تھا تبدیلیاں اُن کے قدم چومتی تھیں۔ ظلمت جور و جفا بھاگتے تھے۔ امن چین اور عدل اُن کے ہمرکاب ہوتا تھا یہ کیا وجہ تھی؟ اس پہ بھی بات کرتے ہیں لیکن جن طاقتوں نے اس انقلاب حیات آفرین کو روکنے کی کوشش کی وہ کون تھے دو طاقتیں تھیں ایک طاقت تو کفار کی تھی مشرکین کی تھی جو اللہ سے اُن کے نام سے اُس کی ذات سے بالکل بے بہرہ تھے کوئی بتوں کے پجاری تھے' کوئی جنوں کے پجاری تھے کوئی برائے نام فرضی فرشتوں کی پوجا کرتے تھے کوئی فرضی نام کے بزرگوں کی پوجا کرتے تھے کوئی انبیاء کے نام کی پوجا کرتے تھے کوئی سورج کو پوجتے تھے۔ کوئی آگ کو پوجتے تھے اور کچھ بالکل ہی بے دین تھے یہ ساری اقسام مختلف کفر کی تھیں لیکن اُن میں دو طبقے ایسے تھے کہ جن کے پاس آسمانی دین اور آسمانی کتابیں تھیں یعنی یہود اور نصاریٰ جنہیں اہل کتاب کہا گیا ہے جتنی مخالفت کفر و شرک نے کی اُس سب میں سب سے زیادہ مخالفت نبی کریم ﷺ کی اور دین برحق کی انہوں نے کی جنہیں اہل کتاب کہا گیا ہے اور یہ کفار و مشرکین کو بھی مشورے دیتے تھے یہ اُن کو بھی رائے دیتے تھے کہ اب یہ سوال کرو یہ اعتراض کرو اُدھر سے حملہ کرو ادھر سے لڑائی کرو یہ کرو وہ کرو یہ اُن کو بھی مشورے دیتے تھے چاہیے تو یہ تھا کہ ان کی اپنی کتابوں میں بھی یہ موجود تھا حضور ﷺ کے اوصاف موجود تھے نام نامی موجود تھا حضور ﷺ کی بعثت کی پیشگوئی موجود تھی اور جس طرح اپنی کتاب پر ان کیلئے ایمان ضروری تھا اللہ پر اپنے نبی پر اور کتاب پر اُس کتاب میں حضور ﷺ کا ذکر خیر تھا اور ان سب پر اُس زمانے میں حضور ﷺ کی نبوت پہ ایمان لانا ضروری تھا اور یہ حکم بھی کتاب میں موجود تھا کہ جب بھی حضور مبعوث ہونگے تم لوگ آپ کی اطاعت کرو گے ایمان لاؤ گے۔ مدد کرو گے لیکن انہوں نے چونکہ کتاب اللہ کو مسخ کر کے اُس میں تحریف کر کے اپنے لئے ایک مقام بنا لیا تھا لوگوں کو اللہ کی بارگاہ میں جانے کی بجائے اپنے گرد جمع کر لیا تھا اور خود بغیر دعویٰ کیے خود خدا بن بیٹھے تھے تو انہیں اپنی خدائی خطرے میں نظر آئی اور انہوں نے سب سے زیادہ مخالفت کی اسلام کی' نبی رحمت ﷺ کی اور یہ مصیبت ہمیشہ کیلئے اُن کے گلے پڑ گئی تب سے لیکر آج تک اور شائد آئندہ یقیناً قیامت تک یہ دو طبقے باقی کفار کی نسبت اسلام کے زیادہ مخالف رہے ہیں اب بھی ہیں آئندہ بھی رہیں گے اب جس تباہی کا ہم شکار ہیں اُس کی بات کرتے ہوئے اللہ کریم فرماتے ہیں۔ **یا یھا الذین امنو**۔ اے میرے چاہنے والو! اگر بامحاورہ ترجمہ کیا جائے امنوا کا تو بڑا خوبصورت ترجمہ بنتا ہے کہ اے میرے چاہنے والو ایمان کیا ہے اللہ پر یقین ہی نہیں اللہ سے محبت۔ اللہ سے عشق۔ رضائے الٰہی کی طلب

ایمان کی اساس کیا ہے؟ اصل ایمان کیا ہے وہ یقین جو آدمی کو موت کو قبول کرنے پہ آمادہ کر لے لیکن اللہ کی ناراضگی قبول کرنے سے انکار کر دے۔ زندگی ہار جائے اطاعت الٰہی کا دامن نہ چھوڑے تو اسے یقیناً ہم کہیں گے کہ اللہ کی طلب اللہ کی چاہت۔ اللہ سے محبت۔ اللہ کا عشق تو اگر اس کا ترجمہ ہم یہ کریں۔ یایھا الذین امنوا۔ کہ اے میرے چاہنے والو! بامحاورہ ترجمہ یقیناً بڑا خوبصورت ترجمہ ہوگا۔ خطاب الٰہی ہے اور اپنے چاہنے والوں سے ہے کوئی بھی چاہنے والا اُس کی زندگی میں سب سے بڑا لمحہ جو ہوتا ہے لذتوں سے بھرپور کیف سے بھرپور اور مثالی لمحہ وہ ہوتا ہے جب وہ جس سے عشق کرتا ہے وہ اُس سے مخاطب ہوتا ہے۔

اس میں جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر تم ان کا کہنا مانو گے یعنی اگر تم نے ان کی بات ماننا شروع کر دی تو کیا ہوگا۔

یردوکم بعد ایمانکُم کٰفرین. یہ تمہیں ایمان کے بعد پھر کفر کی دلدل میں لے جائیں گے تمہارا نام مسلمانوں کا ہوگا تمہارا کردار

کافروں جیسا ہوگا اور نتائج مرتب نام پر نہیں ہوتے کردار پر ہوتے ہیں آپ زہر کا نام امرت دھارا رکھ لیں اور کھائیں تو وہ امرت دھارے کا کام نہیں کرے گی کام زہر ہی کا کرے گی کیونکہ زہر ہے کردار موثر ہوتا ہے ایک آدمی کھانا کھاتا نہیں اور تقریر کرتا رہتا ہے کھانے کی برکات پر اُس کا پیٹ نہیں بھرتا وہ زندہ نہیں رہ سکتا عمل کرے گا کھانا کھائے گا تو بھوک مٹے گی پانی پیئے گا تو پیاس بجھے گی نتیجہ عمل پہ مرتب ہوتا ہے ایک آدمی نام کا مسلمان کہلاتا رہے لیکن کام کافروں جیسے شروع کردے تو نتائج وہ مرتب ہونگے جو کافرانہ کردار پہ ہونے چاہیں جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ **من ترک الصلوۃ متعمداً فقد کفرا** جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کردی اُس نے کافروں والا کام کیا فقد کفر اُس نے کفر کیا۔ تو فقہا فرماتے ہیں کہ نماز ترک صلوۃ تو فسق ہے گناہ ہے کفر نہیں ہے انکار کفر ہے کوئی کہہ دے کہ نماز پڑھتا ہی نہیں انکار کردے تو یہ کفر ہے لیکن اگر کوئی کہتا ہے جی ٹھیک ہے نماز اللہ کا حکم ہے میں ضرور پڑھوں گا لیکن پڑھتا نہیں ہے تو یہ فسق ہے ترک الصلوۃ بلا عذر شرعی گناہ ہے لیکن حضور ﷺ فرماتے ہیں فقد اکفراً تو کیا اس کا ترجمہ یہ ہوگا وہ کافر ہو گیا نہیں اس کا ترجمہ علمائے حق فرماتے ہیں یہ ہے کہ اُس نے یہ جو کام کیا ہے یہ وہ کام ہے جو کافر کرتے ہیں یعنی اُس نے کافروں جیسا کردار اپنا لیا۔ فقد کفراً اُس کا کردار کافروں جیسا ہو گیا ہے تو نام تو مسلمانوں کا ہے تو جب ان کا کہنا مانو گے تو یہ تمہیں کفر کی طرف لے جائیں گے **یردوکم** لوٹا دیں گے تمہیں واپس لے آئیں گے **بعد ایمانکم کفرین**۔ اس کے بعد کہ تم لذت ایمان سے آشنا ہوئے یہ پھر تمہیں اُس روشنی سے نکال کر کفر کی تاریکیوں میں لے آئیں گے اب ہم بدامنی اور دہشت گردی اور اُس کے سارے اسباب بڑے دانشورانہ انداز سے زیر بحث لاتے ہیں کبھی کسی نے یہ تکلف کیا ہے یہ سوچنے کا کہ ہم صرف اہل مغرب کی بات نہیں مان رہے ہم اُن جیسا بننے کی کوشش کر رہے ہیں عملی زندگی میں ہمارے معاشرے میں اُنکی معاشرت اُنکی تہذیب سرایت کرتی جا رہی ہے الزام تو ہم سب حکومت کو دیتے ہیں کہ حکومت امریکہ کی غلام ہے حکومت مغرب کی غلام ہے حکومت یہ ہے' حکومت وہ ہے اور اس میں شک بھی نہیں ہے۔ ہے بھی ایسا ہی لیکن ہم اپنے آپ پر غور کریں اپنے معاشرے پہ غور کریں تو ہماری ان عام بہو بیٹیوں کو کیا حکومت نے کہا ہے کہ تم اسلامی لباس اُتار دو اور اہل مغرب کی طرح برہنہ ہو جاؤ کوئی سرکاری آرڈر آیا ہے حکومت کا کوئی حکم آیا ہے کہ بچیاں قرآن مجید پڑھنا یاد کرنا چھوڑ دیں اور طنبورے اور ڈھول اور باجے لیکر سٹیج پر گانا شروع کردیں کون کس حکومت نے یہ حکم دیا ہے کس حکومت نے یہ حکم دیا ہے کہ بیٹی تو بازار میں ناچے اور باپ بیٹھ کر تالیاں بجائے اور خوش ہو اور لوگ اُسے مبارک بادیں دے رہے ہوں کہ تمہاری بیٹی اچھا ناچ رہی ہے حکومت پہ الزام تو ہم دیتے ہیں اور یہ ہے بھی بات کہ حکومت نے بھی قبلہ مغرب ہی کو اور کفر ہی کو اور اہل کتاب ہی کو اور یہود و نصاریٰ کو بنا لیا ہے حکومت کوئی آسمانوں سے نازل ہوئی ہے۔ ہم ہی میں سے ہم ہی حکومت ہیں تو ہمیں اپنے کردار پہ غور کرنا چاہیے کہ اللہ کریم جس بیماری کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ یہ پھل کھاؤ گے تو تمہارا ہاضمہ خراب ہو کر تمہیں بخار ہو جائے گا تمہارا معدہ خراب ہو جائے گا۔ یہ چیز کھاؤ گے تو اس سے دانت جھڑ جائیں گے۔ یہ چیز کھاؤ گے تو اس سے نظر خراب ہو جائے گی ہم دھڑا دھڑ کھائے جا رہے ہیں شکایت یہ کریں کہ یا اللہ کیا مصیبت ہے میرا پیٹ بھی تو نے خراب کر دیا یعنی شکایت یہ ہے کہ یہ اللہ نے ہمارے ساتھ سب کچھ کر دیا اب جسے دیکھو اُسے اللہ کریم سے شکوہ ہے ناراض ہے اللہ پر بیٹھے ہوئے کہ ہمیں دیکھو جی ہم نمازیں پڑھتے ہیں اور ہمارے ہی گھر لٹ جاتے ہیں جی ہم روزے رکھتے ہیں اور ہمارے

ہی بندے قتل ہو جاتے ہیں نمازیں بھی تو آپ انگریزی میں پڑھنا شروع ہو گئے ہیں یعنی نماز میں بھی حلیے سے لیکر لباس تک آپ پابندی کرتے ہیں بلکہ میں تو اکثر لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ شائد یہ ٹائی سوٹ میں ہی سوتے بھی ہیں۔ کبھی ہم نے انہیں بغیر اُس کے دیکھا ہی نہیں ایسے لگتا ہے جیسے اُسی میں سوتے ہیں اور شائد مریں گے تو اسی طرح دفنائے جائیں گے کہ کوئی شخصیت میں کمی نہ آئے اور سارے وہ ارکان لباس کے پورے ہوں پھر عملی زندگی میں کردار میں ہم نے اُن کی اطاعت اختیار کر لی ایک بنیاد ہوتی ہے پورے ملک کی معاشی نظام کوئی ایسا اسلامی ملک ہے۔ جس کا معاشی نظام یہود و نصاریٰ کے سودی نظام کی طرح نہ ہو پچپن چھپن ریاستوں میں کوئی ایسی اسلامی ریاست ہے۔ جس کا معاشی نظام سودی نہ ہو اور یہود و نصاریٰ کے نظام کے تابع نہ ہو یا کوئی ایسی ریاست ہے۔ جس کا نظام اسلام کے مطابق ہو اگر نہیں ہے تو پھر کوئی ایسی ریاست بھی نہیں ہوگی جس پہ افلاس کے سائے نہ ہوں پھر کوئی ایسی ریاست بھی نہیں ہوگی جس میں بدامنی نہ ہو پھر کوئی ایسی ریاست بھی نہیں ہوگی۔ جس میں دہشت گردی نہ ہو یعنی جب ہم اطاعت کریں گے اُس گروہ کی جو بعثت عالی سے لیکر ہمیشہ کیلئے کمر بستہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی دین اسلام کی اور قرآن کی مخالفت پر جس کی نشاندہی اللہ کریم کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں یار میری محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہو۔ میری چاہت کی بات بھی کرتے ہو میرے عشق کی باتیں بھی کرتے ہو اور رنگ ڈھنگ وہ اپناتے ہو جو میرے دشمنوں کے ہیں اگر اس بات میں تم اُن کا ساتھ دو گے تو وہ تمہیں میرے انکار کی طرف لے جائیں گے میری برکات سے محرومی کی طرف لے جائیں گے میری رحمتوں سے دور لے جائیں گے تباہی و بربادی کی طرف لے کر جائیں گے تو سارے اسباب زیر بحث آتے ہیں پتہ نہیں ہمارے اہل دانش اس سبب کو کیوں بھول جاتے ہیں شائد

اس لئے کہ دانشور بھی سرتاپا اسی میں غرق ہیں۔ اس لئے جس بیماری میں خود مبتلا ہیں اُسے بیماری کہنا پسند نہیں کرتے بیماری تو بیماری ہوتی ہے جسے بھی ہو اُسے قبول کرنا چاہیے کہ مجھے یہ بیماری ہے تاکہ اُس کا کوئی علاج ہو سکے لیکن ہم اس خوش فہمی میں رہنا چاہتے ہیں کہ نہیں نہیں یہ بیماری نہیں ہے یہ تو صحت ہے اب صحت ہے تو پھر پتہ تب چلتا ہے جب وہ موت کے کنارے لے جاتی ہے تو اللہ کریم پوری سختی کے ساتھ منع فرما رہے ہیں اور ساتھ شرطیہ یہ بتا رہے ہیں کہ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے یہ تمہیں ایمان کے بعد کھینچ کر کفر میں لے جائیں گے شرط اور مشروط کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے جہاں شرط پائی جائے گی مشروط یقیناً وہاں پایا جائے گا اور جہاں شرط نہیں ہوگی مشروط بھی نہیں ہوگا واذا فقل شرط فقل مشروط اگر وہ شرط نہیں پائی جائے گی مشروط بھی نہیں پایا جائے گا اگر ہم اہل کتاب کی بات نہیں مانیں گے ہمارا کردار کافروں کی طرف نہیں جائے گا اذا فقل شرط فقل مشروط جب شرط نہیں پائی جائے گی مشروط بھی نہیں ہوگا اور اگر ہم اُن کی بات مانیں گے تو کوئی وجہ انہیں ہمارے کردار پر کفر کا رنگ غالب نہ آئے اب اگر کردار کافرانہ ہوگا ایک آدمی دھوپ میں کھڑا ہے اور کہتا ہے نہیں جی میں سائبان کے نیچے ہوں۔ اُس کے کہنے سے اُس پہ سایہ ہو جائے گا؟ عملاً تو وہ سورج کی تپش میں کھڑا ہے دھوپ کی ساری تکلیف اُسے ہوگی کہتا رہے زبان سے میں سائے میں ہوں۔ زبان سے کہتا رہے میں مسلمان ہوں کام کرے کافروں جیسے نتیجہ وہ مرتب ہوگا جو کفار پہ مرتب ہوتا ہے سو اللہ کریم بڑے محبوبانہ انداز میں بڑے پیار بڑی شفقت کے ساتھ فرماتے ہیں۔

یاایھا الذین آمنوا۔ اے میرے چاہنے والو! اگر تم نے ان میں سے جو اہل کتاب ہیں ان میں سے کسی طبقے کی بات مان لی۔

فریق من اھل الکتب۔ ان میں سے کسی طبقے کی بھی پیروی شروع

کردی اطاعت کرلی کہنا مان لیا یردو کم بعد ایمانکم کفرین تمہارے ایمان دار ہونے کے باوجود اس کے بعد کہ تمہیں نور ایمان نصیب ہوا یہ تمہیں کھینچ کر کفر کی طرف لے جائیں گے اب یہاں تک تو ہم بھگت رہے ہیں اور میری ناقص رائے میں بدامنی' ناانصافی' شور شرابے آپس کی ناچاقی روزانہ کی لڑائیاں اور موت کے اس رقص کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہمارا دعویٰ اسلام کا اور کردار اہل کتاب کا ہے اور ہمارے ارباب اقتدار سے لیکر اہل دانش تک بڑا شور کر رہے ہیں جی کچھ کیا جائے اس بدامنی کو روکا جائے' دہشت گردی کو روکا جائے اب اس دہشت گردی کو روکنے کا طریقہ جو سرکاری آیا ہے سامنے وہ بڑا عجیب وغریب ہے وہ کیا ہے؟

''مکالمہ بین المذاہب'' مذہبوں کے درمیان بات چیت ہونی چاہیے اور کچھ باتیں ہم اُن کی مان لیں اور جھگڑا ختم ہو جائے بیماری تو بیماری تھی اُس کا حل یہ آیا کہ سر میں درد ہے سر کاٹ دو اور درد ختم ہو جائے گا یہ بڑا خوبصورت علاج ہے کہ سر ہی نہیں ہوگا درد کیسے ہوگا داڑھ میں درد ہے داڑھ نکال دو نہ داڑھ رہے گی نہ درد ہوگا یعنی اگر دعویٰ اسلامی ہے۔ کردار کافرانہ ہے اور کافروں سے دوستی اور اُن کا اتباع ہمارے لئے مصیبت ہے تو اُن کے ساتھ بات کریں کچھ وہ ہمیں رعایت دے دیں کچھ باتیں ہمیں ماننے دیں جو انہیں پسند نہیں ہیں وہ ہم چھوڑ دیتے ہیں تو یوں درد ختم یعنی سر کاٹ دو سر درد کہاں رہے گا یہ تو بڑا آسان علاج ہے سر میں درد ہے سر کاٹ دو اور یہ سرکاری علاج ہے اس کا نام رکھا گیا ہے ''مکالمہ بین المذاہب'' اور یہ مکالمہ بین المذاہب عہد نبوی میں ہوا تھا مکہ مکرمہ میں بہت سے مذاہب تھے عبادت ہر کوئی اپنے طریقے سے کرتا ایک بُت کو ایک بھائی مانتا دوسرا نہیں مانتا تھا۔ ایک گھر میں پانچ بندے تھے پانچ آدمیوں نے اپنے پانچ بت اپنی جیبوں میں ڈالے ہوئے تھے ایک کے بُت کو دوسرا گالیاں دیتا تھا اپنا اپنا بت ہر کوئی پوجتا تھا۔ تین سو ساٹھ بُت بیت اللہ میں رکھے تھے سب تین سو ساٹھ کو نہیں مانتے کوئی ایک کو مانتا تھا کوئی دوسرے کو کوئی تیسرے کو کوئی چوتھے کو' کوئی آگ پوجتا تھا کوئی سورج پوجتا تھا کوئی جادوگروں کی پوجا کرتا تھا کوئی کاہنوں کی پرستش کرتا تھا کوئی جنوں کو پوجتا تھا لیکن جو اُن کا رہن سہن کا طریقہ تھا جو اُن کے عدالتی ادارے تھے جو ان کے فیصلے ہوتے تھے جو اُن کا لین دین تھا وہ سب کا متفقہ ایک تھا یعنی مکالمہ بین المذاہب پہلے سے اُن میں موجود تھا کہ عبادت اپنی اپنی کرو اور لین دین رہن سہن جو ہے وہ مل جل کر ایک سا بنالو۔

اب یہ جو اُن میں تھا تعاون اور جس پر وہ معاشرے اور سوسائٹی چل رہی تھی اُس کا وفد بارگاہ رسالت میں بھی حاضر ہوا جب ساری کوششیں روکنے کی کر چکے سارے مظالم ڈھا چکے تو پھر ایک حربہ یہ بھی نکالا اور وہ حضرت ابو طالب کے پاس بھی گئے کہ آپ بزرگ ہو قریش کے اب آپ سردار ہو آپ سے پہلے لوگ گزر چکے ہیں اور نبی کریم ﷺ آپ کے بھتیجے ہیں اور آپ بہت بزرگ ہیں ہم آپ کا احترام کرتے ہیں لیکن کوئی مکالمہ بین المذاہب ہونا چاہیے کہ مذہب اپنا اپنا رکھو طریقہ عبادت اپنی اپنی رکھو اور شہر میں افراتفری اور شہر کے امن کو مت چھیڑو گزارہ جس طرح چل رہا ہے مل جل کر اُسی طرح کریں نظام حکومت نظام عدالت' خرید وفروخت بیع وشرع کا نظام' تجارتی نظام' معیشت کا معاشی نظام اور معاشرتی نظام تہذیب ہماری ایک ہونی چاہیے اور عبادت اپنی اپنی ہم اپنے خداؤں کو پوجتے ہیں وہ اپنے خدا کو پوجتے رہیں گے اور وہ بزرگ تھے عمر رسیدہ تھے اور عمر کی آخری گھڑیاں آ پہنچی تھیں انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بڑے پیار سے مخاطب ہوتے ہوئے عرض کی کہ بیٹا میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور لگتا ہے کہ میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے اب اس وقت میں مجھ

پہ اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میری یہ بوڑھی ہڈیاں سہار نہ سکیں مکے والوں نے بڑی اچھی بات کی اب آپ کی مخالفت چھوڑنے پہ وہ تیار ہیں آپ کے مذہب کو وہ نہیں روکتے آپ اپنے مذہب کا پرچار کریں اپنے مذہب کے مطابق عبادت کریں۔اپنے خدا کو مانیں جو جی چاہے کریں لیکن جو ایک نظام چل رہا ہے اس کا معاشرے کا اُس میں مل جل کر اُن کے ساتھ تعاون کریں اور اُس میں جیسے چل رہا ہے اُسے چلنے دیں اور اُن کے نظام کو غلط نہ کہیں اُن کے خداؤں کو جھوٹا نہ کہیں' اُن کے بتوں کی تردید نہ کریں۔آپ اپنے خدا کے نام کی اشاعت تو کریں اُن کے خداؤں کو غلط کہنا چھوڑ دیں اور جو معاشرہ چل رہا ہے اُسے چلنے دیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے ایک ہاتھ پہ چاند اور دوسرے پہ سورج لا کے بھی رکھ دیں میں وہی بات کہوں گا جو میرا رب مجھے کہنے کا حکم دے گا۔ یہ وفد حضور ﷺ کی خدمت میں بھی گیا حضور ﷺ کی خدمت عالی میں انہوں نے دوسرا رخ اپنایا۔

کہ آپؐ اگر حکومت اور اقتدار چاہتے ہیں تو ہم پورے جزیرہ نمائے عرب کے قبائل کو جمع کر کے اتفاق رائے کے ساتھ آپ کو عرب کا شہنشاہ تسلیم کرتے ہیں اگر آپ دولت چاہتے ہیں تو پورے جزیرہ نمائے عرب سے اتنی دولت جمع کر لیتے ہیں جتنی عرب میں کسی دوسرے کے پاس نہ ہو اور آپ کی نذر کر دیں اگر آپ کسی خاتون کو اپنی زوجیت میں لینا چاہتے ہیں تو وہ کسی سردار کی بیٹی ہے' امیر کی بیٹی ہے کسی قبائلی سردار کی جو بھی ہے وہ ہم آپ کی خدمت عالی میں پیش کر دیتے ہیں آپ اُس سے شادی کر لیں۔آپؐ دولت جمع کر لیں اور آپ عرب کے شہنشاہ بن جائیں اور اپنا مذہب بھی قائم رکھیں لیکن مکالمہ بین المذاہب ہونا چاہئے ہمارے مذہب کی تردید نہ کریں اسے غلط نہ کہیں آپؐ نے فرمایا۔

یہ تو وہ کام ہیں جو تم کر سکتے ہو۔جو کام تم نہیں کر سکتے تم آسمان سے سورج نہیں لا سکتے تم آسمان سے چاند نہیں لا سکتے۔لیکن مجھے اُس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم آسمان سے سورج لے آؤ چاند لے آؤ میرے ایک ہاتھ پہ سورج ایک ہاتھ پہ چاند رکھ دو میں پھر بھی وہی کہوں گا جو میرا رب کہنے کا حکم دیتا ہے۔یہ سوا چودہ سو سال بعد آج پھر یہ حل مسلمان حکومت مسلمان حکمران تجویز کر رہے ہیں اُس وقت تو مشرکین نے کیا تھا اں مسلمانوں کے ساتھ اب اتنا اثر اہل کتاب کا مسلمانوں میں رچ بس گیا ہے کہ اب اُن کی بات ان کے منہ سے نکل رہی ہے یہ فناہ فی الاہل کتاب ہو چکے ہیں بات اُن کی ہے ان کے منہ سے نکل رہی ہے۔مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت نہیں ہے ہر شخص کو آزادی ہے اپنا مذہب رکھنے کی کوئی عیسائی رہنا چاہتا ہے رہے کوئی ہندو رہنا چاہتا ہے رہے کوئی سکھ رہنا چاہتا ہے رہے۔کوئی یہودی رہنا چاہتا ہے جو کوئی جس مذہب پہ رہنا چاہتا ہے اس بات پر اُس سے جھگڑا نہیں کیا جائے گا لیکن مسلمان کو مسلمان ہی رہنا چاہیے۔درمیانی راستہ نہیں اور اگر درمیانی راستے ہونگے تو فرمایا تمہیں کفر کی طرف لوٹا کر لے جائیں گے لیکن اللہ کریم فرماتے ہیں کیف تکفرون یا رتم کیسے کفر کر سکتے ہو انکار استفہامیہ ہے جملہ تو استفہامیہ ہے سوالیہ ہے لیکن اسمیں انکار ہے تم کفر نہیں کر سکتے کیف تم کیسے کفر کر سکتے ہو کیف تکفرون کیوں کفر نہیں کر سکتے فرمایا دو باتیں ہیں کہ تم کفر کر ہی نہیں سکتے؟

پہلی بات یہ ہے وانتم تتلیٰ علیکم ایٰت اللہ. تم کوئی معمولی لوگ تو نہیں ہو تم عام آدمی تو نہیں ہو بطفیل محمد رسول اللہ ﷺ تمہیں یہ عظمت حاصل ہے کہ اللہ تم سے باتیں کرتا ہے تم کیسے کفر کر سکتے ہو یعنی تم کفر نہیں کر سکتے۔کیوں؟ وانتم تتلی علیکم ایت اللہ اللہ تم سے باتیں کرتا ہے۔

وہ بوڑھی خاتون حضرت سمیہؓ خواتین میں اسلام کی پہلی شہید خاتون حضورؐ کی مکی زندگی میں حضرت یاسر کی اہلیہ محترمہ عمار ابن یاسر کی والدہؓ وہ گھر کے چار افراد تھے ابو جہل نے پکڑ لئے کئی پشتوں سے اہل مکہ کے غلام آ رہے تھے اُس نے کہا کمال ہے جو پشت در پشت غلام ہیں ہمارے وہ بھی مقابلے میں کھڑے ہو گئے بڑی تکلیف دی بڑی ایذا دی مار مار کے اُدھ مؤا کر دیا اتنا مارتے کہ علماء لکھتے ہیں کہ حضرت یاسر بوڑھے آدمی تھے اُن کی اہلیہ حضرت عمار اُن کے بیٹے اور ایک اُنکی بیٹی یہ چار فرد تھے اور وہ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں شام کو وہ گھر پھینک جاتے تو گھڑے میں پانی تو رکھا ہوتا تھا لیکن چاروں میں سے کسی میں سکت نہیں ہوتی تھی کہ اٹھ کر جا کر گھڑے سے پانی پی لے یا ڈال کر دوسرے کو پلا دے آخر تنگ آ کر ابی جہل نے کہا کہ تم ایک ضعیف عورت ہو ایک بڑھیا ہو اور میں اتنا بڑا ابو الحکم ہوں اس وادی کا سردار ہوں اس پوری وادی میں جتنی آبادیاں ہیں مجھے سردار مانتی ہیں تم اگر دل سے نہیں مانتی نہ مانو میرا بھرم رکھنے کیلئے زبانی تو کہہ دو کہ میں اللہ کی توحید سے انکار کرتی ہوں تمہارا میاں نہیں کہتا وہ مرد ہے۔ تمہارا بیٹا نہیں کہتا وہ جوان ہے تمہاری بیٹی نہیں کہتی جوان ہے سختی برداشت کر سکتے ہیں تم تو ضعیف العمر اور دم لب مرگ ہو دل سے نہ کہو زبان سے کہہ دو میرا بھرم تو رکھو یہاں وہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے جو وحدت الوجود کا صوفی کہتے ہیں ایک مقام آتا ہے اہل اللہ کا جب انہیں ہر طرف اللہ دکھائی دیتا ہے باقی چیزیں سمجھ نہیں آتی اس پر انہوں نے کہہ دیا کہ وجود ہے ہی ایک باقی تو ہے ہی کوئی نہیں یہ تو محض سائے سے لوگوں کو نظر آتے ہیں انکی حقیقت کچھ نہیں ہے وجود ایک ہی ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ کائنات میں ہر طرف انہیں تجلیات باری رقصاں نظر آتی ہیں اور کچھ نظر نہیں آتا یہ جو فلسفہ تھا ناں یہ اس وقت اُس ضعیف خاتون کے حال میں ملتا ہے وہ فرماتی ہیں میں کیسے کہہ دوں کہ ہر طرف میرے چار طرف میرے اندر، میرے باہر میرے وجود کے ذرے ذرے میں وہ واحد لاشریک نظر آتا ہے اُسکی تجلیات نظر آتی ہیں میں اُس کے روبرو کہہ دوں کہ وہ ایک نہیں ہے کیسے کہہ دوں تو تو اندھا ہے تجھے نظر نہیں آتا لیکن میرے تو روئیں روئیں میں سے اُس کی توحید کے انوارات نکل رہے ہیں اب اُس کے روبرو میں کیسے کہوں کہ وہ ایک نہیں ہے اُس نے ظلماً شہید کر دیا بڑی بے دردی سے اُس بات کو جانے دیجئے بات وہ والی قرآن یہاں کہہ رہا ہے کیف تم کیسے کفر کر سکتے ہو تم کیسے عیسائیوں جیسے بن سکتے ہو۔ تم کیسے یہودیوں جیسے بن سکتے ہو تم کیسے معاشی نظام کو یہودیوں کے تابع کر سکتے ہو تم کس طرح سے حرام کھا سکتے ہو تم کس طرح سے بہو بیٹیوں کو بے آبرو کر سکتے ہو تم تو وہ لوگ ہو جن سے اللہ باتیں کرتا ہے انتم تم ہی تو وہ ہو تتلی علیکم ایت اللہ تم پر ہر آن اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں حضورﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں یہ آرزو پیدا ہو کہ میں اللہ سے باتیں کروں فلیقراء القرآن۔ بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرے اللہ اُس سے بات کرے گا اُسے سمجھائے گا بڑے پیار سے یہ کرو یہ نہ کرو بتائے گا پرانے قصے سنائے گا کہ فلاں بندے نے یہ کیا تھا فلاں بندے نے یہ کیا تھا فلاں قوم نے یہ کیا تھا اُس کا یہ حشر ہوا تم اُس طرف نہ جانا فلاں نے یہ اچھا کام کیا تھا اللہ کی راہ میں گردن کٹائی تھی اُسے میں نے یہ انعام دیئے تمہیں بھی موقع آئے تو گردن کٹا دینا جھکانا نہیں تمہیں اٹھائے گا اٹھو آ جاؤ میری بارگاہ میں کھڑے ہو جاؤ مجھے سجدے کرو مجھ سے بات کرو اپنا دکھ بیان کرو اٹھو جاؤ اور روزی تلاش کرو میں نے دنیا میں تمہارا حصہ بکھیر دیا۔ زمین پر جاؤ محنت کرو اُس پر بھی تمہیں انعام دوں گا مزدوری میں بھی دوں گا وہاں سے بھی لو یعنی اگر اللہ سے باتیں کرنا چاہو تو حضورﷺ فرماتے ہیں

قرآن کی تعلیم کرو یہی بات یہاں ارشاد ہو رہی ہے کیف یار تم کیسے کفر

کر سکتے ہو تم نہیں کر سکتے کیوں تتلیٰ علیکم ایت اللہ تم سے تو اللہ باتیں کرتا ہے تمہارے تو خوابوں میں بستا ہے خیالوں میں بستا ہے' دل میں بستا ہے' دماغ میں بستا ہے' خون میں بستا ہے' رگ جان میں بستا ہے۔ تمہارے تو روئیں روئیں سے اللہ کی صدا آتی ہے' تمہاری تو آنکھوں میں اللہ کا جمال ہے تمہارے چہرے پہ اُسکا سیما ھُم فی وجوھھم من اثر السجود. تمہاری پیشانیوں پہ اُس کی تجلیات رقصاں ہیں تم کیسے کافر ہو سکتے ہو تم کیسے انکار کر سکتے ہو' تم کیسے میری اطاعت چھوڑ سکتے ہو اور پھر دوسری بڑی بات اس سے بھی بڑی بات وفیکم رسول تمہارے اندر تو اُس کا رسول بستا ہے ارے تم کیسے کافر ہو سکتے ہو تمہارے سینوں میں تو محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام ہے تمہارے سینے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی محفل بنے ہیں واقعی اگر کسی کو کلام باری نصیب ہو اور اُس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا جلوہ برس رہا ہو تو کیسے کافر ہو سکتا ہے نہیں ہو سکتا کفر کی بات نہیں مان سکتا کافر کی بات نہیں قبول کر سکتا سن ہی نہیں سکتا برداشت ہی نہیں کر سکتا کیسے برداشت کر سکتا ہے۔

پھر ہم کیوں کر رہے ہیں؟ کیا ہم نے اللہ کی بات سننا چھوڑ دی دو ہی سبب ہو سکتے ہیں کافر کی بات ہم تب مان سکتے ہیں کہ اللہ سے بات کرنا چھوڑ دی اور اللہ کے رسول کو دل سے بھلا دیا اگر یہ دو جرم ہم نہ کریں ہم کافر کی بات نہیں مان سکتے اور اگر ہم کافر کی بات مان رہے ہیں تو پھر ہم سے یہ دو جرم سرزد ہوئے ہیں کہ اللہ کے کلام کو ہم نے ریشمی غلافوں میں رکھ دیا۔

آسانی سے مر جائے یا جو مر چکا ہے اُس پر قرآن پڑھو کہ تم سورۃ یٰسین کی تلاوت اس لئے کرتے ہو کہ آسانی سے مر سکو۔ اللہ کریم فرماتا ہے یار تم کافر کیسے ہو سکتے ہو کیا بے تکلفی ہے کیف تکفرون تم کیسے کافر ہو سکتے ہو تم نہیں ہو سکتے۔

انتُم تتلیٰ علیکُم ایت اللہ تم ہی تو وہ لوگ ہو جن سے اللہ براہ راست مخاطب ہوتا ہے بات کرتا ہے تمہاری بات خود سنتا ہے درمیان میں کوئی واسطہ نہیں' کہتا ہے میری بارگاہ میں آ جاؤ اور دن میں پانچ بار تو ضرور آؤ آؤ ہی آؤ مجھ سے اپنا دکھ درد کہو مجھ سے اپنی پریشانی بیان کرو اب اس کے بندے دل میں پانچ بار بلاتے ہیں ہم کہتے ہیں فرصت نہیں ہے۔ آتے تو سہی پر فرصت نہیں۔ دیکھو وہ بے نیاز بلا رہا ہے اور یہ محتاج کہہ رہا ہے مجھے فرصت نہیں ہے اور امریکہ سے بلاوا آتا ہے تو دوڑا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں فرصت نہیں ہے۔ یہ کہتا ہے نہیں ہے وہاں بیٹھا رہوں گا جب آپ فارغ ہونگے میری درخواست بھی سن لیجئے گا کیا بات ہے؟

قرآن اور حدیث اور فقہ کے خلاف آئین بنائے جاتے ہیں کیا ہوگا اُس آئین کا عورتوں کی بے حیائی اور اُن کے سر سے دوپٹہ چھین لینے کا نام حقوق نسواں رکھ دیا۔ ''جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے''۔ آبرومند عورتوں کو آبرو باختہ کرنے کا کام کیا اور اُس کا نام حقوق نسواں رکھ دیا یہ عورت کا حق ہے کہ اُسے بے آبرو کیا جائے سر بازار کھڑا کیا جائے اُس کا لباس اُتار لیا جائے اور اُسے مزدوری پہ لگا دیا جائے یہ حقوق نسواں ہے اور صریح قرآن کی آیات کے خلاف اور فقہ کے احکام کے خلاف ہے کس لئے پہلے جو قانون ہے کیا اُس پر عملدرآمد ہو رہا ہے؟ اُن کا نفاذ ہے؟ یہ جو ایک اور قانون بنا ہے اُس کا نفاذ کہاں ہوگا؟ یہ نفاذ کیلئے نہیں بنا یہ اس لئے بنا ہے کہ ہم اہل مغرب کو یہ کہہ سکیں کہ آپ کی خوشنودی کیلئے ہم احکام الٰہی کو تبدیل بھی کر سکتے ہیں یعنی آپ ہم سے راضی رہیں آپ جہاں تک کہیں ہم آخری حد تک جا سکتے ہیں حتیٰ کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کے خلاف قانون بنا سکتے ہیں۔ آپ ہم سے راضی رہیں اب جب ہمارا یہ حال ہوگا تو کونسی برکتیں ہم پر نازل ہونگی لوگ خودکشیاں نہیں کریں گے خودکش حملے نہیں

ہو نگے' لوٹ مار نہیں ہوگی' جھوٹ نہیں ہوگا' تباہی نہیں ہوگی' افلاس نہیں ہوگا' ظلم نہیں ہوگا کونسی مصیبت ہے جو نہیں آئے گی!

تو فرمایا کیسے تم کفر کر سکتے ہو انتم تتلی علیکم ایت اللہ اللہ تم سے باتیں کرتا ہے وفیکم رسولہ' تم وہ لوگ ہو جن کے سینے میں مدینہ بسا ہوا ہے تم تو وہ لوگ ہو کہ جن کے ہر سینے میں مدینہ آباد ہے۔ وفیکم رسولہ' اب یار لوگوں نے اطاعت کی تکلیف تو نہیں کی عقیدے میں خرابی پیدا کرنے کیلئے اسے یہ کہہ دیا کہ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ حاضر و ناظر ہیں چلو جان چھوٹی بھئی اگر حضور حاضر و ناضر ہیں مان لیا تو یہ جو کچھ کر رہے ہیں یہ پھر حضور ﷺ کے سامنے کرنے کی جرات کر رہے ہو!

پہلی بات تو یہ ہے کہ حاضر و ناظر اللہ کی صفت ہے مخلوق کی نہیں جتنا چاہتا ہے انبیاء کو علم دیتا ہے سب سے زیادہ علم انبیاء کو دیتا ہے اور کائنات میں ساری مخلوق میں جتنا بانٹا سب سے زیادہ علوم محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائے کتنے عطا فرمائے رب جانے رب کا رسول جانے کوئی تیسرا بندہ اندازہ نہیں کر سکتا نہ فرشتہ نہ انسان یہ معاملہ اللہ اور اللہ کے رسول کا ہے لیکن وہ ایسا بے نیاز ہے۔

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ہم نے آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں کھول کر ابراہیم کے سامنے رکھ دیں دکھا دیا آنکھ سے دیکھنے کو رویت کہتے ہیں سب کچھ دکھا دیا کھول کے رکھ دیا کہ یہ ہے دیکھ لو اور ایک لمحہ ایسا کہ کہا بیٹے کو قربان کرو انہوں نے بیٹے کی گردن پہ چھری چلا دی ذبح کر دیا خون بہہ گیا سمجھے بیٹا ذبح ہو گیا۔ آنکھ کھولی تو دُنبہ ذبح ہوا پڑا تھا بتایا نہیں کہ بیٹے کو ذبح نہیں ہونے دوں گا یہی کہا کہ بیٹے کو ذبح کرو۔ آنکھوں پہ پٹی باندھی وہی ابراہیم ہے جس کے سامنے کائنات کھول کے رکھ دی اگر یہاں بتا دیتے کہ بیٹے کو لٹا کر صرف ڈرامہ کرو ذبح تو دنبہ کریں گے پھر تو کوئی بھی کر سکتا ہے اس میں ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت کیا ہے؟ خصوصیت تو یہ تھی کہ انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ بیٹے ہی کو ذبح کیا چھری چلائی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا خون کے فوارے بہے جسم تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا تو انہوں نے آنکھوں سے پٹی کھولی تو دیکھا اسماعیل علیہ السلام کھڑے مسکرا رہے ہیں اور دنبہ ذبح ہوا پڑا حیران ہو گئے۔ فوراً وحی آئی قد صدقت الریا۔ ابراہیم تم نے سچ کر دکھایا اب یہ میری قدرت کا مسئلہ ہے کہ میں نے اسماعیل کو بچا لیا یہ میرا کام ہے لیکن جو آپ کے ذمے تھا آپ نے سچ کر دکھایا تو ایمان سے بتاؤ وہاں ابراہیم علیہ السلام کو بتایا تھا کہ اسماعیل علیہ السلام بچ جائیں گے نہیں بتائی تھی اتنی سی بات کسی نے کہا تھا

کسے پُرسید آن گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گوہر پیر خردمند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی
چرا گر چاہ کنعاش نہ دیدی

کسی نے یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ نے آپ کو علوم نبوت سے سرفراز فرمایا ہے آپ کی نگاہ بہت وسیع ہے اور مصر سے پیراہن نکلا یوسف علیہ السلام کا اور آپ نے انی لا جد ریح یوسف. آج مجھے آج یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔

زمصرش بوئے پیراہن شمیدی

مصر سے اُن کے پیراہن کی بو تو آپ نے سونگھ لی۔

چرا در کنعانش ندیدی

کنعان کے کنوئیں میں پڑا تھا اُس وقت آپ نے کیوں نہیں دیکھا اسی شہر کے کنوئیں میں بھائیوں نے پھینک دیا اور آپ کو سمجھ نہ آئی کہ کنوئیں میں پڑا ہے مصر سے پیراہن نکلا تو خوشبو آ گئی انہوں نے فرمایا

بگفتہ احوال ما برق جہان است

دم پیدا دم دیگر نہاں است

انہوں نے کہا کہ ہمارا حال تو اس طرح ہوتا ہے جیسے بجلی چمکتی ہے تو سارا جہان روشن اور دوسرے لمحے غائب ہو جاتی ہے تو تاریکی ہو جاتی ہے جو اللہ بتا دیتا ہے وہ ہم پہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے جو نہیں بتاتا اُس کا پتہ ہمیں بھی نہیں چل سکتا۔

گہے برطارم اعلیٰ نشینم

گہے برپشت پائے خود نہ بینم

کبھی تو ہماری نگاہ عرش عظیم پہ ہوتی ہے۔ اور کبھی اپنے پاؤں کے اوپر کا حصہ جو بالکل نظروں کے سامنے ہے ہمیں وہ بھی دکھائی نہیں دیتا اُسکی اپنی قدرت کاملہ ہے جو بتا دیتا ہے وہ عیاں ہو جاتا ہے جو نہیں بتاتا اُسکی سمجھ نہیں آتی اُس نے کنعان کے کنوئیں کا مجھے نہیں بتایا مجھے نہیں پتہ چلا مصر سے قمیض نکلی اُس نے خوشبو مجھ تک پہنچا دی مجھے خوشبو آ رہی ہے تو بات یہ ہے وفیکم رسول سے مراد یہ ہے کہ تمہارے سینوں میں تو اُس کا رسول بستا ہے۔

یا قلب مدینے جا پہنچے یا دل میں مدینہ آ جائے

تو تم کیسے کفر کر سکتے ہو جس کے سینے میں محمد رسول اللہ ﷺ کے رخ روشن کی جمال تاباں ہے اور روشنیاں بکھیر رہی ہیں جس کا دل محمد محمد پکار رہا ہے جس کے خون سے محمد محمد کی صدا آ رہی ہے اور دل میں حضور کے مکین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ کی نبوت رسالت کی ساری برکات روز اول کی طرح آج بھی پوری بہار پورے جوبن پورے شباب سے قائم دائم ہے۔ آج بھی دلوں کو ویسے ہی سیراب کرتی ہیں جیسے روز اول کرتی تھیں۔ آج بھی ہر دل اُسی طرح آپ ؐ کی مجلس بنا ہوا ہے اور اُس کا ہمارے پاس اُس کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ جب ہاتھ اٹھتے ہیں تو حضور ؐ کی اطاعت میں، جب سوچ آتی ہے فکر آتی ہے تو حضور ؐ کی اطاعت میں پتہ چلتا ہے اندر کوئی بیٹھا ہے جو باتیں کرتا ہے اور دوسری بات نہیں ہونے دیتا یہی بات یہاں قرآن کہہ رہا ہے کیف تکفرون یا رتم کیسے کافر ہو سکتے ہو، تم کافر نہیں ہو سکتے دو باتیں تمہارے پاس ایسی ہیں کہ تمہیں کفر میں نہیں جانے دیتیں **انتم تتلی علیکم ایتہ** پہلی بات تو یہ ہے کہ تم ہی وہ لوگ ہو جن سے اللہ کلام کرتا ہے اللہ سے باتیں کرتے کرتے بھلا تم کفر میں چلے جاؤ گے اللہ کو چھوڑ کر اس کا تو تصور ہی نہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں اُس کا حبیب بستا ہے تمہارے کردار پہ اُس کی چھاپ ہے تم تو غلام ہو اُس کے تم کوئی کام کوئی بات' کوئی خرید و فروخت' کوئی لین دین کوئی عبادت' کوئی اطاعت جہاں بھی جاتے ہو تم پر اُس کا رنگ غالب ہے تمہارے اندر مکین ہے پھر فرمایا اب اس سے عیاں ہے کہ اگر یہ شرط نہیں رہے گی تو مشروط نہیں رہے گا اگر حضور حق نہیں رہے گا اور نور نبوت دلوں میں نہیں رہے گا تو پھر ہم کفر کی طرف جائیں گے تو اگر ہم کافروں کی ادائیں اپنا رہے ہیں تو پھر ہم نے یہ نعمتیں چھوڑ دیں اور اگر ہم نے یہ باتیں چھوڑ دیں ہیں تو پھر ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور اگر ہم نے حضور حق بھی کھو دیا اور حضور پیغمبر بھی کھو دیا تو پھر باقی بچا کیا؟ فرمایا ایک بات یاد رکھو کہ یہ تمہارے ذمے ہے کہ تم ان نعمتوں کو قابو کر کے رکھو۔ **ومن یعتصم باللہ** جو اللہ کے ساتھ مضبوطی سے لگا رہا جس نے اللہ کی رسی تھامے رکھی یہ تمہارے ذمے ہے کہ تم حضور حق کی بھی حفاظت کرو اور نور نبوت کی جو تمہارے سینوں میں ہے اُسکی حفاظت کرو اگر اس کی حفاظت نہیں کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے پھر تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا اور اگر اسکی حفاظت کا حق ادا کرو گے۔

فقد ھدی الی صراط مستقیم جو اسکی حفاظت کا حق ادا کرے گا وہ ہدایت کے راستے پہ سیدھے راستے پہ گامزن رہے گا ہمارے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے، ہم سب سے پہلے اپنے آپ کو تولیں' اپنے سینے کو

کھولیں، اپنے دل کو نکالیں، دیکھیں اس میں حضور حق ہے۔ اُسے لذت وصال نصیب ہے محمد رسول اللہ سے، وہ محسوس کرتا ہے کہ میرے اندر کوئی ہے۔

ایک مولوی صاحب تھے برائے نام مولوی ہی تھے وہ حاضر ہوئے حضرت رحمتہ اللہ کی خدمت میں کچھ ساتھی بیٹھے ہوئے تھے تو کچھ ساتھیوں کو مشاہدات حضرت کی مجلس میں ہوتے بھی زیادہ تھے کوئی حضرت رحمتہ اللہ علیہ اُس پہ اتنی قدغن بھی نہیں لگاتے تھے اور خوش ہوتے رہتے تھے اور سنتے رہتے تھے اچھا بتاؤ تم نے کیا دیکھا؟ تم نے کیا دیکھا؟ پھر وہ سنبھال بھی سکتے تھے ہم تو اُس میں نہیں آتے اسلئے کہ ہم میں وہ ہمت نہیں ہے کہ پھر اُن باتوں کو سنبھال بھی سکیں تو ایک بزرگ ساتھی تشریف فرما تھے تو انہوں نے دیکھا تو کہنے لگے حضرت یہ مولوی صاحب جو تشریف لائے ہیں یہ بات تو آپ سے اللہ اللہ کی کرتے ہیں لیکن میں نے ان کے دل پہ توجہ کی ان کے دل میں تو ایک عورت بیٹھی ہے۔ اب بڑی عجیب بات تھی ہم چار پانچ لوگ بیٹھے تھے وہ مولوی صاحب بھی تھے تو انہیں ہی بن پڑی کہ وہ کہنے لگے جی میں حاضر تو اسی لئے ہوا تھا کہ میں ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں میرا کوئی بُرائی کا ارادہ نہیں ہے میری اُس کے ساتھ بڑی محبت ہے تو آپ کوئی دعا کر دیں حضرت نے فرمایا یار بندے کی بندے سے محبت کا بھی ایک مقام ہوتا ہے یہ دل میں بسا لینا یہ تو اللہ و اللہ کے رسول کا مقام ہے یہ عورتوں کا مقام تو نہیں ہے۔

لیکن عجیب بات ہے وہی بندہ، وہی مولوی کچھ عرصہ رہا ہمارے ساتھ ذکر کرتا رہا راولپنڈی کے قریب کا رہنے والا تھا ایک گاؤں شائد کسی سکول میں مدرس بھی تھا مجھے یاد نہیں مدت کی بات ہے۔ نصف صدی پہلے کی بات ہے اُس سے بھی پہلے کی تو اُسے خیال آیا کہ میں پرائی عورت لینا چاہتا ہوں اور کر اللہ اللہ رہا ہوں یہ اللہ اللہ تو مجھے اُس سے دور کر دے گا یہ تو بُرائی ہے کہ پرائی عورت پہ نظر رکھ کے بیٹھا ہوں کر اللہ اللہ رہا ہوں بھئی اللہ اللہ تو مجھے اُس سے دور کر دے گا۔ یہ تو بُرائی ہے اس سے تو وہ مجھ سے اور جاتی رہے گی تو مجھے شیطان کے نام کی تسبیح کرنی چاہیے۔ پڑھا لکھا تھا ناں مولوی تھا پھر اُس نے ذکر اذکار چھوڑ کر شیطان کے نام کی تسبیح شروع کر دی اور واقعی اس عورت نے اُس سے شادی کر لی پھر وہ بڑا آگے چلتا گیا اُس میں گمراہی میں بڑھتا گیا پھر ایک وقت آیا کہ اُس نے حضرت رحمتہ اللہ کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی چھوٹا سا کتابچہ کہ چھپا کر اسے تقسیم کروں گا شیطان کی عادت ہے کہ جب بندہ اُسکی انگلی پکڑتا ہے تو اُسے آگے سے آگے دلدل میں گناہ کی دلدل میں لیے جاتا ہے اور سب سے آخری بات یہ ہوتی ہے کہ آپ اللہ کے بندوں پہ کیچڑ اچھالیں لیکن عجیب بات ہے کہ اُس نے وہ مسودہ بنایا اُسے لیکر پنڈی گیا کہ اُس کو دیتا ہوں کسی چھاپہ خانے والے کو پرنٹ کرتا ہوں تو دونوں آنکھوں کی نظر بند ہوگئی بالکل دکھائی دینا بند ہو گیا وہ مسودہ دینا تو بھول گیا۔ ہسپتال چلا گیا انہوں نے معائنہ کیا ٹریٹمنٹ شروع کیا تو اُسے خیال آیا کہ شائد میں نے یہ جو کتاب لکھی ہے یہ میں زیادتی کر رہا ہوں جھوٹ لکھا ہے بہتان تراشی ہے تو اُس نے دل ہی دل میں توبہ کی۔ اُس نے خود مجھے سنائی تھی یہ ساری کہانی کہ میں نے پھر توبہ کی کہ یا اللہ میں نہیں کرتا اور عجیب بات ہے کہ میری روشنی واپس آ گئی اور ٹھیک ہو گیا اور گھر آیا کچھ دنوں بعد ہفتہ ڈیڑھ بعد پھر خیال آیا کہ یہ میرا وہم ہی تھا۔ وہ کوئی وقتی طور پر خرابی ہوگئی تھی وہ ٹھیک ہوگئی کتاب تو چھپانی چاہیے پھر لیکر پنڈی گیا اور نظر پھر بند ہوگئی پھر ہسپتال گیا پھر وہی سوچا کہ نہیں یار یہ تو نہیں کرنا چاہیے تھا پھر توبہ کی اور نظر پھر ٹھیک ہوگئی تو پھر اُس نے وہ مسودہ ضائع کر دیا کتاب چھاپنے سے باز آ گیا لیکن اللہ اللہ کی طرف واپس نہیں آیا اللہ پھر قبول نہیں کرتا پھر واپس آنے نہیں دیتا پتہ نہیں کہاں گیا یہ واقعہ مجھے

اُس نے خود سنایا تھا پھر اُس کے بعد کوئی رابطہ نہ رہا چھوڑ چھاڑ کر چلا گیا۔

تو صورت جو ہے ہماری اس وقت جو تباہی ہم پہ آ رہی ہے اس کا بنیادی سبب اللہ واللہ کے حبیب ﷺ سے اللہ کی اطاعت اور اللہ کے نبی ﷺ کی اطاعت سے دوری ہے تو میرے بھائی دو کوششیں کرو ایک تو یہ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی برکات کو اپنے دلوں میں بساؤ اور اس کا پیمانہ آپ کا کشف نہیں آپ کا کردار ہے کہ آپ جب کام کرتے ہیں تو کیا حضور ﷺ کی اطاعت کا کام کرتے ہیں یا آپ ﷺ کی نافرمانی اور اگر نافرمانی ہوتی ہے تو بہت محنت کی ضرورت ہے کہ اتنا اثر آ جائے رحمتہ اللعالمین کی رحمتوں کا دل میں کہ نافرمانی چھوٹ جائے اور حضور حق ایسا نصیب ہو کہ اُس کے حکم سے روگردانی نہ ہو سکے یہ تو ہے اپنی ذات کیلئے۔

لیکن ذمہ داری اللہ کی مخلوق کی ہے دوسرے مسلمانوں کو خلوص دل سے محبت سے اور اُن کو اللہ کی ناراضگی سے بچانے کیلئے اُن کے ساتھ محنت کرو کہ وہ بھی اللہ کو یاد کریں اور دلوں کو آباد کریں کسی پر فتح پانے کیلئے نہیں کسی کو یہ کہنے کیلئے نہیں کہ میں نے اتنے لوگوں کو ساتھ ملا لیا ہے اور اس کی ضرورت نہیں۔ آپ نے اپنی بڑائی کیلئے نہیں بلکہ دوسرے بھائیوں کی محبت میں اور دوسرے مسلمان کا حق بنتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے ظالم کی مدد کیا کریں فرمایا ظالم کی مدد ہے کہ اسے ظلم سے روکو یہ اُس کی مدد ہے ایک درد کے ساتھ ایک پیار کے ساتھ ایک محبت کے ساتھ کہ میرا یہ بھائی ضائع نہ ہو جائے اللہ اسے بچا لے اسے ظلم سے روکنے کی کوشش کرو تو میرے بھائی ہمارے ذمے ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے اس گئے گزرے زمانے میں ہمیں اپنے ذکر کی اپنے انوارات وتجلیات کی اور اپنے نبی ﷺ کی برکات کی نعمت سے نوازا ہے ہم جتنا شکر کریں اتنا کم ہے یہ ایسا عجیب دور آ گیا ہے کہ آج سے زیادہ دور نہ جائیں صرف ایک صدی پہلے کا مطالعہ بھی کر لیں تو ہر عالم تحصیل علم کے بعد کسی شیخ کی خدمت میں جاتا تھا اور انکی برکات حاصل کر کے دل کو روشن کر کے میدان عمل میں نکلتا تھا لیکن آج مولوی ہی ان برکات کا انکار کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ تصوف تو ہے ہی نہیں۔ یہ ہندوؤں سے جوگیوں سے لے لیا ہے یہ فلاں سے لے لیا ہے یہ یونانیوں سے لے لیا ہے یہ یوگا ہے یہ فلاں ہے عجیب بات ہے جس چیز کو آپ جانتے نہیں اُس پہ آپ فتوے کیوں دیدیتے ہیں؟ جس کو سیکھا نہیں، سمجھا نہیں، پڑھا نہیں جانتے نہیں یہ بدبختی کی حد ہے کہ اب ہمارے علماء اسکے خلاف کوشاں ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ آب حیات مت پیئو اب اس زمانے میں زندگی زہر پینے میں ہے کیا کمال فتویٰ ہے!

تو گویا یہ کام کرنا اور اب مشکل ہو گیا ہے! لیکن ہمیں کرنا ہے اور علی الاعلان کرنا ہے ایک بڑا تماشہ ہے یہ کہتے ہیں یہ تصوف جو ہے یہ چھپانے کی چیز ہے۔

عجیب بات ہے اگر تو یہ دین ہے تو دین تو چھپانا جائز نہیں اور اگر یہ دین نہیں ہے تو پھر اس کی ضرورت کیا ہے دین تو چھپانے کی بات نہیں ہے دین تو بتانے کی بات ہے اور اگر دین نہیں ہے تو پھر اس مصیبت کو پالنے کی ضرورت کیا ہے؟ یہاں یہ سارے ہتھکنڈے ہیں عہد حاضر کی جہالت کے یہ کوئی چھپانے کی بات نہیں ہے، ہم ڈنکے کی چوٹ کرتے ہیں ممبر پہ بیٹھ کے کرتے ہیں ٹیلی ویژن پہ کرتے ہیں قرآن کے ساتھ کرتے ہیں، دلیل کے ساتھ کرتے ہیں اور انشاء اللہ جب تک دم میں دم ہے کرتے رہیں گے نتائج اُس کے اپنے دست قدرت میں ہیں۔ بندوں کے ساتھ اُس کا اپنا معاملہ ہے ہم سب کیلئے دعا بھی کرتے

رہیں گے اور کوشش بھی کرتے رہیں گے اور یہ بھی الحمداللہ یہ بات بڑائی کی نہیں ہے یہ اللہ کا احسان ہے ہم پر اور الحمداللہ یہ سلسلہ وہ پہلا سلسلہ ہے اور اس کی خدمت کی سعادت مجھے نصیب ہے تاریخ انسانی میں یہاں بیٹھ کر روئے زمین پر ذکر ہوتا ہے یہ پہلی بار ہے کہ آلات جدید کو استعمال کر کے یہاں مرکز میں ایک بیٹھا ہوا شخص روئے زمین پر طالبوں کو اللہ اللہ کرا رہا ہے روشنیاں بٹ رہی ہیں نور بٹ رہے ہیں محبتیں بٹ رہی ہیں ہم اس پر کوئی چھپا کر کسی سے پوشیدہ کر کے نہیں کہ یہ دین ہے تو چھپانے کی چیز نہیں ہے اور بے دینی ہے تو پھر کرنے کی کیا ضرورت ہے! اگر دین نہیں ہے تو اس پہ محنت کیوں کریں؟ اور دین ہے تو پھر چھپائیں گے کیوں؟

تو میرے بھائی صرف باتیں نہیں عمل زندگی کا بنانے والا ہوتا ہے اپنے ساتھ بھی محنت کریں اپنا تجزیہ کرتے رہیں کوتاہیاں ہوتی ہیں معافی مانگتے رہیں اور اپنی بھرپور کوشش کریں اللہ سے بھی بھی بات ہوتی ہے کوئی دن ایسا نہ جائے کہ اللہ سے باتیں نہ کرو یعنی تلاوت نہ کرو تھوڑی کر لو کرو۔ ایک آیت پڑھ لو سمجھو تو سہی اللہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیا فرما رہا ہے اور کوئی لمحہ ایسا نہ ہو کہ انوار نبوت کہیں دل سے منقطع نہ ہو جائیں یہ دیا بجھنے نہ پائے۔ اس میں تیل ڈالتے رہو۔ اسکی بتی بڑھاتے رہو۔ اس کا تیل حضورﷺ کی غلامی اور آپ ﷺ کا اتباع ہے ایک ایک سنت کا اتباع کرتے رہو اس میں مزید روشنی بڑھتی رہے گی اللہ اس پہ زندہ رکھے اس پہ موت دے اور اس نور کے ساتھ میدان حشر میں اٹھنے کی توفیق عطا کرے اگر آپ قوم کو ملک کو تباہی سے بچانا چاہتے ہیں تو اللہ کے نام اور اللہ کے حبیبﷺ کی محبت سے مغرب کی تہذیب کی یلغار سے بچ سکتے ہیں یہ واحد علاج ہے اور یہ مغربی تہذیب کی یلغار ہے جو ساری تباہیاں لانے کا سبب بن رہی ہے جس کا نوٹس ہی کوئی نہیں لے رہا۔ بیماری اور ہے علاج اور کئے جا رہے ہیں قرآن نے جو بیماری تشخیص کی ہے وہ مغربی تہذیب کی یلغار ہے جو اپنے ساتھ یہ تباہیاں لا رہی ہے اور اُس کا جو علاج ہے وہ ہے حضورِ حق اور عشق رسولﷺ۔ اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

امیر المکرّم کے بیانات ''ٹی وی چینل'' پر

الحمدللہ امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالیٰ کے پنجابی کے تفسیر قرآن کے بیانات ''اپنا ٹی وی چینل (پنجابی) پر باقاعدگی کے ساتھ ٹیلی کاسٹ ہونا شروع ہو گئے ہیں بیانات شام پانچ بجے کے خبرنامے کے بعد اور صبح 5:15 روزانہ نشر ہو رہے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ بیانات باقاعدگی کے ساتھ سنیں اور دیگر دوست احباب کو بھی مطلع کریں۔

رحمت اللہ ملک ' 6 مزنگ روڈ' لاہور' فون نمبر 042-7310974 ' موبائل 0333-4363022

E-mail- rahmat@rahmat.com

اکرم التفاسیر سے اقتباس......

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمْ○

ترجمہ: سورۃ البقرہ (آیات نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۹)

''کوئی آیت جسے ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں' کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ کے لئے ہے آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت' اور تمہارے لئے نہیں اللہ کے سوا کوئی حامی اور نہ مدد گار۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو جیسے سوال کئے گئے اس سے پہلے موسیٰ سے' اور جو ایمان کے بدلے کفر اختیار کر لے سو وہ بھٹک گیا سیدھے راستہ سے۔ بہت سے اہل کتاب نے چاہا کہ وہ کاش تمہیں لوٹا دیں تمہارے ایمان کے بعد کفر میں' اپنے دل کے حسد کی وجہ سے' اس کے بعد جب کہ ان پر حق واضح ہو گیا' پس تم معاف کر دو اور درگزر کرو' یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

خلاصہ تفسیر معارف

کافر اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکوں میں سے' نہیں چاہتے کہ تم پر اللہ کی طرف سے خیر نازل ہو اور رحمت نازل ہو۔ وہ ایسے حیلے' ایسی باتیں' ایسے مکر اس لئے کرتے ہیں کہ تمہیں صراط مستقیم سے بھٹکا دیں یا شبہات میں ڈال دیں۔ جو اعتراضات وہ کرتے تھے ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ قرآن جب اللہ کی کتاب ہے تو پھر اس کی آیات منسوخ کیوں ہوتی ہے؟ کیا اللہ کو پہلے سے علم نہیں تھا کہ ایک بات کہہ دی' پھر اُس کو بدل دیا' اس کا مطلب ہے پہلی بات صحیح نہیں ہوگی یا دونوں میں سے ایک تو صحیح نہیں ہے اس لئے تبدیل کرنا پڑی

ناسخ اور منسوخ آیات

قرآن کی بعض آیات منسوخ ہوئیں اور منسوخ کے تین طریقے تھے۔ ایک طریقہ تو یہ تھا کہ وہ آیت کریمہ ذہنوں سے' دلوں سے نکال دی جاتی حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ بھی فراموش فرما دیتے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ آیت کی تلاوت ختم کر دی جاتی لیکن اُس کا حکم باقی رہتا۔ جیسے رجم کی آیات ختم کر دی گئیں لیکن رجم کا حکم باقی رکھا گیا۔ تیسرا طریقہ یہ تھا کہ آیت باقی رہتی لیکن حکم ختم کر دیا جاتا جیسے مرنے والے پر وصیت فرض تھی اور وہ آیات اب بھی قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن جب وراثت کے احکام آ گئے تو وہ فرضیت ختم ہوگئی' حکم تو ختم ہو گیا لیکن آیت قرآن کریم میں موجود ہے۔ یہ اعتراض کہ پہلی غلط تھی یا دوسری' یہ بے بنیاد ہے کیونکہ یہ آیات احکام کے متعلق ہیں اور احکام اپنے وقت پر سارے درست ہوتے ہیں۔ جب پہلا حکم تھا تو اُس وقت کے لئے وہ صحیح تھا۔ اُسے منسوخ کر کے جب دوسرا حکم آیا تو اپنے وقت کے لئے وہ صحیح تھا۔ اپنے اپنے وقت پر دونوں درست تھے اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے' اُسے پتہ تھا کہ پہلے یہ حکم دینا ہے اور اس کے بعد اس کی صورت اس طرح تبدیل ہو جائے گی۔ احکام تبدیل ہوتے رہے' اخبار میں تبدیلی کوئی نہیں ہوئی تو احکام میں جو تبدیلی ہے وہ حالات کے مطابق ہوتی

ہے لیکن یہ لوگوں میں وسوسے ڈالنے کے لئے کہتے۔
اللہ کی کتاب ہوتی تو آیتیں منسوخ کیوں ہوتیں' فرمایا

ماننسخ من اٰیتہٍ اوننسھا ناتِ بخیر منھا اومثلھا o

اللہ کسی آیت کو منسوخ فرماتے ہیں یا اُسے ذہنوں سے خارج کردیتے ہیں تو اُس سے بہتر حکم' بہتر آیت نازل فرمادیتے ہیں۔ اللہ کے ماننے والے زیرتربیت تھے' اسلام کی آمد آمد تھی' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانثاروں کی تربیت لحہ بہ لحہ ہورہی تھی اس لئے زیادہ تبدیلی نہیں آئی' بہت تھوڑی سی آیات ایسی ہیں جو تبدیل کی گئیں لیکن فرمایا اُس سے بہتر حکم عطا کردیا گیا۔

الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر. اے مخاطب! کیا تو اللہ کو بے بس سمجھتا ہے کہ اگر ایک حکم دے چکا ہے تو اب وہ مجبور ہے کہ اُسی حکم کا پابند ہوگیا ہے' نہیں وہ قادر ہے وہ مالک ہے' وہی تو حقیقی سلطان ہے اور وہی حقیقی اولوالامر ہے۔ یہ اُس کی پسند کہ کس وقت کیا حکم دیتا ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے' وہ تو ہر چیز پہ قادر ہے اور تجھے یہ خبر بھی نہیں۔

الم تعلم ان اللہ لہ ملک السمٰوٰت والارض. وما لکُم من دونِ اللہ من ولی ولا نصیر o

کائنات کی سلطنت وریاست صرف اُس کی ہے تو چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کو تو خود مختار مانتا ہے مگر جو ساری کائنات کا ہمیشہ سے اور حقیقی حاکم ہے اُس پر پابندیاں لگانا چاہتا ہے اور تم یہ بھی یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص اللہ کو چھوڑ بیٹھے گا تو پھر اُس کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار اور کوئی دوست نہیں ہوتا' وہ ایسی ذات ہے۔

بیٹھنے کون دے ہے پھر اُس کو
جو تیرے آستاں سے اُٹھتا ہے

اُس کی بارگاہ سے جو اُٹھ گیا پھر اسے دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں کوئی سہارا دینے والا نہیں ہوگا اور یاد رکھو! ان کے فضول اعتراضات اور ان کی بودی باتوں میں آکر کبھی رسول اللہ ﷺ پر کوئی ایسا سوال مت کرنا!

اَم یریدونَ ان تسئلوا رسولکُم سُئل موسیٰ من قبلُ o

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پریشان کیا تھا' اُلٹے اُلٹے سوال کرتے تھے۔ لوگوں کو دیکھا' بتوں کی پوجا کررہے ہیں تو سوال کردیا۔ یا موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے لئے بھی کوئی اس طرح کا معبود بنا دو' ہم اُسے اٹھائے اٹھائے پھریں' اُس کی پوجا کریں۔ اس طرح کے عجیب وغریب سوالات کرتے تھے۔ جس پر انہوں نے تنبیہہ فرمائی۔ فرمایا! کیا تم ان یہودیوں کی باتوں میں آکر یہ فضول قسم کے سوالات رسول اللہ ﷺ پر کرو گے! یہ اتنی عظیم ہستی ہے کہ تمام کائنات کے لئے اللہ کی رحمت مجسم ہیں اور اگر کسی کو حضور ﷺ کی ذات پہ اعتراض سوجھا تو مسلمان ہونے کے بعد پھر کافر ہوگیا۔ اگر کسی کو کلمہ پڑھنے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ پر کوئی اعتراض ہے تو فرمایا:

سوال سیکھنے کے لئے ہو نہ کہ اعتراض کے لئے:

ومن یتبدل الکفربالایمان فقد ضل سواء السبیل. اُس نے ایمان کو کفر سے تبدیل کرلیا اور سیدھے راستے سے گمراہ ہوگیا۔ یادرکھیں! اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بارگاہ نبوی ﷺ میں بڑے سوالات کئے ہیں اور یہ اُنہی سوالات کا حاصل ہے' پوری اُمت پر یہ اللہ کا کرم ہے کہ ہر حکم کی وضاحت ہوگئی اور صحابہ کرام کے سوالات کی وجہ سے ساری تشریحات کھل کر سامنے آگئیں لیکن بات کو سمجھنے کے لئے سوال کرنا عین سعادت ہے اور بات پر اعتراض کرنا بالکل مختلف چیز ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جو حکم فرمایا اُس کی وضاحت سمجھنے کے لئے' اُسے جاننے کے لئے سوال کرنا

سعادت ہے لیکن اعتراض کرنا بدبختی اور شقاوت ہے۔ اعتراض ایمان سلب کر لیتا ہے اور کفر میں لے جاتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اگر کوئی بات موضوع بحث بھی ہو کسی بات پہ مناظرہ بھی ہو دونوں طرف دلائل بھی ہوں تو بھی ذات اقدس رسول ﷺ کو موضوع بحث نہ بنایا جائے۔ یہ بھی ہماری بدنصیبی ہے کہ ادنیٰ سی بات ہوتی ہے تو اُس کے لئے ہم بلاتردد رسول اللہ ﷺ کا نام لیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے والد اور دادا توحید پرست تھے

سیدنا فاروق اعظمؓ نے ایک ضابطہ بنا دیا کہ جو سرکاری ادارے ہیں اُن میں جو زیادہ موثر مناصب ہیں، جنہیں آپ Key Jobs کہتے ہیں، وہاں پر اُن لوگوں کو لگایا جائے گا جن کے والدین مسلمان ہیں، جو نئے مسلمان ہو رہے ہیں اُن کو نہیں لگایا جائے گا۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کے خلاف سازشیں زوروں پر تھیں۔ اسلام دنیا کو تسخیر کرتا ہوا چلا جارہا تھا اور لوگ جوق در جوق، فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے ممالک فتح ہو رہے تھے کفار اور مشرکین، یہود و نصاریٰ نے بھی سازشیں شروع کر رکھی تھیں کہ اپنے لوگوں کو برائے نام کلمہ پڑھا کر مسلمانوں میں داخل کر دیا اور کوشش کی کہ وہ کسی خاص منصب پہ پہنچ جائیں اور ہمیں وہاں کی خبریں دیتے رہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے پابندی لگا دی کہ جس کا باپ مسلمان ہے اُس کو یہ جگہ دیں گے اور نئے مسلمان ہونے والے کو اس طرح کا کوئی عہدہ نہیں دیا جائے گا۔ ایک بدوی نے پیش ہو کر عرض کیا کہ حضور اکرم ﷺ کے والدین بھی تو مسلمان نہیں تھے، آپؓ ہم پر کیوں پابندی لگاتے ہیں۔ اُن کا چہرہ مبارک جلال سے سرخ ہو گیا اور فرمایا تو اتنا جاہل ہے کہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ حضور ﷺ کے اعلان نبوت فرمانے سے پہلے صرف وہی کافر تھے جو بت پوجتے تھے یا اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور جو اللہ کو وحدہٗ لاشریک مانتے تھے وہ کافر نہیں تھے۔ اعلان نبوت سے پہلے حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا ضروری نہیں تھا لیکن توحید باری کو ماننا ضروری تھا تو والدین کی بات کر رہا ہے، حضور ﷺ کے دادا بھی اتنے کھرے مسلمان تھے کہ اللہ کو وحدہٗ لاشریک اور ہر چیز پہ قادر جانتے تھے۔ ایک ہی دلیل کافی ہے کہ جب آپ کے اونٹ ابرہہ کی فوج لے گئی تو سارے اہل مکہ شہر خالی کر گئے کہ ابرہہ کا لشکر حملہ کرنے چلا آرہا ہے حضرت عبدالمطلب اُس کے کیمپ میں تشریف لے گئے تو وہ بڑا خوش ہوا کہ یہ مکہ کا سردار آیا ہے اور یہ مجھ سے بات کرے گا جب اُس نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے اونٹ تمہارے فوجی ہانک کر لے آئے، شہر ہم نے خالی کر دیا ہے، ہماری تمہاری جنگ نہیں ہے تو پھر میرے اونٹ ہانک کر لانے کا تو کوئی مقصد نہیں تھا، آپ میرے اونٹ مجھے واپس دلوا دیں۔ اُسنے کہا میں تو سمجھا تھا کہ مکہ مکرمہ کا بہت بڑا لیڈر آیا ہے اور میرے ساتھ بیت اللہ کے بارے بات کرے گا، کعبہ کے بارے بات کرے گا، میں تو کعبہ کو ڈھانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اونٹ دیے ہیں، مجھے اونٹوں کا مالک بنایا ہے، میری فکر اپنے اونٹوں تک ہے لیکن جس گھر کو تو ڈھانا چاہتا ہے، اُس کا بھی ایک مالک ہے۔ اُس کی حفاظت میری ہمت سے باہر ہے لہٰذا میں اُس کی بات نہیں چھیڑتا، وہ خود اُس کی حفاظت کر سکتا ہے بعثت عالی سے پہلے اس سے بڑا پختہ ایمان کسی کا دکھائیے! حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر تو نومسلم نہ ہوتا تو میں تجھے ایسے دُرے لگاتا کہ ہمیشہ یادگار رہتی اور آئندہ کوئی شخص انگلی اٹھانے کی جرات نہ کرتا۔ چھوڑ اس لئے رہا ہوں کہ تو نومسلم ہے لیکن تیری دلیل درست نہیں ہے، تجھے عہدہ نہیں مل سکتا۔ وہ اتنی احتیاط فرماتے تھے کہ کوئی شخص محض جاسوسی کے لئے کلمہ پڑھ کر سرکاری دفاتر میں نہ گھس بیٹھے۔

مسلمانوں کو دین سے ہٹانے کی سازش

فرمایا! ان کفار کی تو کوشش یہ ہے کہ کس طرح تمہیں دین پر اعتراض سکھائیں۔ وہ تب سے اب تک لگے ہوئے ہیں، نئی حدیثیں گھڑی جا رہی ہیں یا وہ حدیثیں جنہیں علما نے جھوٹی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا کہ لوگوں نے از خود گھڑ لی ہیں، جنہیں ''وضعی'' کہتے ہیں لوگوں نے وضع کر لی ہیں اُن کا سہارا لیا جا رہا ہے کہیں عورتوں کی امامت کا مسئلہ کھڑا کیا جا رہا ہے کہیں پردے پہ اعتراض ہو رہا ہے، کہیں کسی اور بے حیائی کو روشن خیالی کا نام دے کر آگے لایا جا رہا ہے تو یہ ساری چیزیں کس طرح سے آ رہی ہیں؟ اس پر بین الاقوامی حکومتیں اور بین الاقوامی ریاستیں خوش ہو رہی ہیں اور متفق ہیں تو یہ سارے حیلے کیا ہیں؟ غذاؤں میں حرام شامل ہے، معاشی نظام کو اس طرح سود میں بکڑ دیا کہ کوئی سود سے بچ نہیں سکتا۔ جو مسلمان سود کھائے گا، اُسکا ایمان کتنا بچے گا؟ خوراک میں خنزیر کے اجزا ملا دیں گے، دواؤں میں شراب ملا دیں گے اور یہ کافر بھی جانتا ہے کہ مسلمان حرام کھائے گا تو اُس کا ایمان خراب ہوگا، اُس طرح مضبوط نہیں رہے گا اگر نہیں سمجھتا تو خود مسلمان، فکر نہیں کرتا تو خود مسلمان، ورنہ کافر بھی یہ بات سمجھتا ہے کہ مسلمان کو حرام کھلایا جائے اور پھر اُس کے اعمال میں رخنہ ڈالا جائے تو جو کام نبی کریم ﷺ نے کرنے کا کہا ہے اُس پہ اعتراض کیا جائے، جس سے آپ ﷺ نے روکا ہے اُس کا جواز نکالا جائے تاکہ مسلمان کو گمراہ کیا جائے۔ آخر کیوں؟ مسلمان مسلمان رہے گا تو آپ کا کیا ہوگا؟ کیا سارے کافر ایک جیسے ہیں؟ کافروں کے بھی بے شمار عقیدے ہیں۔ عقائد مختلف ہیں لیکن کفر ایک ہی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

الکفر ملتہ واحدۃ۔ کفر ایک ملت ہے اُس کے رنگ کتنے ہوں، کتنے سارے کتنے ہی ہوتے ہیں اُن کے رنگ مختلف ہوں، نسلیں مختلف ہوں قد مختلف ہوں، کوئی کاٹنے والا، کوئی شکاری ہے، کوئی چوکیداری کرنے والا ہے، کوئی محض آوارہ ہے سب برابر ہیں اس طرح کفر کی جتنی اقسام بھی ہیں کفر ہونے میں سب برابر ہیں کفر میں سب ایک ہیں۔ الکفر ملتہ واحدۃ کفر ظلمت ہے، تاریکی ہے جبکہ اور اسلام نری روشن خیالی ہی نہیں سراپا روشنی ہے، نور ہے اب ظلمت اور نور کسی طرح اکٹھے ہوں گے، نور کے خلاف تو ظلمت سازشیں کریں گی۔ اگر روشنی پھیلے گی تو ظلمت کی موت ہے، تاریکی کی موت ہے، اسلام کی بقا کفر کے لئے موت ہے۔

ایمان اور عمل صالح اسلامی تہذیب کی بنیاد ہیں:

امریکہ کے صدر بش نے ایک جملہ کہا تھا۔ وہ کبھی کبھی سچ بولتا ہے جیسے ایک دفعہ جنگ کے بارے کہہ دیا تھا کہ یہ صلیبی جنگ ہے پھر بعد میں کہا، نہیں مجھ سے غلطی ہوگئی۔ لیکن بات تو منہ سے نکل گئی۔ اسی طرح اس کے منہ سے باتیں نکل جاتی ہیں۔ ایک دن افغانستان کی تباہی پہ تقریر کر رہا تھا تو جو جرم افغانوں کا گنوایا، وہ یہ تھا کہ They were going to destroy our culture around the globe. کہ انہوں ایک ایسا معاشرہ بنا لیا تھا کہ ہماری تہذیب کو یہ روئے زمین سے مٹا دینے والے تھے۔ اُس نے لفظ تو ''کلچر'' استعمال کیا لیکن اُس کلچر میں اُن کا عقیدہ اور عمل دونوں شامل ہیں کہ جو ہمارا طرز زندگی، نظریات اور کردار ہے، جسے ہم تہذیب کہتے ہیں، اُسے یہ ختم کر رہے تھے اور واقعی صحیح بات تھی۔ آج تو دنیا بیدار ہے اور روئے زمین ایک ''گلوبل ولیج'' کا تصور دے رہا ہے، پوری دنیا ایک گاؤں بن گئی ہے ہر جگہ کی خبر دوسری جگہ

پہنچتی ہے، اتنے ذرائع ابلاغ ہیں لوگ فطرتاً سکون چاہتے ہیں جو ایمان میں ہے جو عمل صالح میں ہے انصاف میں ہے حق میں ہے۔ طالبان کی حکومت تباہ کرنے کے باوجود مغرب میں ہزاروں لوگ اسلام قبول کررہے ہیں۔ اس طرح کی عادلانہ حکومت جو چند روز رہی، اُس کا یہ اثر ہے کہ لوگ اسلام قبول کئے جارہے ہیں۔ جس بے جگری سے وہ لڑے، جس طرح سے انہوں نے شہید ہونا قبول کیا 'اہل مغرب کے لئے قرآن کریم کو پڑھنے کی ایک اور وجہ بن گئی ہے کہ کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ مرنے سے بھی نہیں ڈرتے، پرواہ ہی نہیں کرتے؟ آدمی سارے حیلے تو زندہ رہنے کے لئے کرتے ہیں، یہ عجیب لوگ ہیں یہ مرنے کے لئے چل پڑتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ شہدا کا قطرہ خون بھی رائیگاں نہیں جاتا بلکہ وہ زمین میں فصل کی طرح بویا جاتا ہے اور پھر اُس سے سینکڑوں لوگ مسلمان ہوتے ہیں پھر اُس پر ثمر لگتا ہے، پھل لگتا ہے وہ اُگتا ہے یہ میری آپ کی تقریروں سے ہماری کوشش سے نہیں، شہدا حق کے خون کی لالی ہے جو لوگوں کو نور ایمان بن کر نظر آرہی ہے اور ایمان کی طرف دعوت دے رہی ہے۔

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر یہ اسرائیلی خود اعتراض کرتے تھے اُس طرح تم بارگاہ محمد رسول اللہ ﷺ میں لب کشائی کرو اگر کسی نے یہ جرات کی تو یہ یاد رکھو!

آپ ﷺ کا نطق مبارک، آپ ﷺ کے لب ہائے مبارک، آپ ﷺ کی زبان مبارک پہ تب تک کوئی لفظ نہیں آتا جب تک اللہ کی طرف سے حکم نہیں ہوتا اس لئے اعتراض کی گنجائش وہاں نہیں ہے، جو فرمادیا وہ حق ہے، اُس میں شبہے کی، اعتراض کی گنجائش نہیں ہے اور ایمان یہ ہے کہ صدق دل سے اُسے مانا جائے اور اُس پر عمل کرنے کے لئے جان لگادی جائے اور اگر کوئی اعتراض کرے گا تو اُس نے ایمان کو کفر سے بدل لیا، ایمان سلب ہوگیا اور وہ کفر میں چلا گیا۔

فقد ضل سواء السبیل اور ہدایت کا راستہ چھوڑ کر گمراہی میں گم ہوگیا۔

اہل کتاب کی اکثریت کی تو یہی کوشش ہے کہ کسی حیلے، کسی بہانے تمہیں ایمان سے واپس کفر میں کھینچ لائیں۔ اُن کی ساری کوششیں، اُن کے ذرائع ابلاغ، اُن کے وسائل، اُن کے نظام اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔ ہمارے ایک حکمران نے کہا تھا کہ ''اسلام کی سزائیں وحشیانہ ہیں''، اس ایک جملے کا تجزیہ کرکے دیکھ لیں کہ یہ جملہ کہنے والا فرد مسلمان ہے! اگر مسلمان تھا تو اسکے اظہار کے بعد وہ مسلمان رہا؟ جس نے حدود اللہ کو، قرآن حکیم کے احکام کو یا سنت رسول اللہ ﷺ اور ارشادات محمد رسول اللہ ﷺ کو ظالمانہ کہا، اس کے بعد گنجائش رہ جاتی ہے! ہم عجیب لوگ ہیں کہ ایسے ایسے لوگ ہم پر حکومت کرتے ہیں۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ **اعمالکم عمالکم**۔ تمہارا کردار تم پر حکومت کرے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم مسلمان نام کے تو ہیں ہمارا کردار ایسا نہیں ہے کہ ہم پر حکمران بھی مسلمان ہوں، اچھے، نیک اور عادل ہوں، ہمارے گناہ متشکل ہوکر حکمران بن جاتے ہیں۔ جس طرح نادر شاہ ایرانی نے دہلی میں قتل عام کا حکم دیا تھا تو کسی نے اس پہ کہا تھا کہ

زشتی ءِ اعمال ماصورت نادر گرفت

کہ یہ نادر شاہ دہلی ویسے نہیں آیا ہمارے گناہ مجسم ہوکر نادر شاہ بن گئے ہیں ہمارا ابھی یہی حال ہے کہ ہم کلمہ تو پڑھتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ ﷺ سے وفا نہیں کرتے۔ نام نامی ﷺ آئے تو انگوٹھے چوم لیتے ہیں لیکن اطاعت نہیں کرتے، حکم نہیں مانتے۔ اسم گرامی ﷺ کو

بطور تبرک، بطور سعادت اپنے نام کے ساتھ لگاتے ہیں لیکن نام کے ساتھ ''محمد'' لگا کر محمد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنا! یہ کتنی بڑی گستاخی ہے، کس قدر جہالت ہے، اپنے آپ کے ساتھ کتنی زیادتی ہے! ذرا سوچیں!

وذکثیر من اھل الکتب اویردونکم من بعد ایمانکم کفاراً o.

یہود و نصاریٰ کے ایجاد کردہ طرح طرح کے اعتراضات، دین میں نئی نئی اختراعات، نئے نئے رواج، کبھی آئمہ پہ اعتراض، کبھی ذکر اذکار پہ اعتراض، کبھی قرآن کی کسی تعبیر و تفسیر پہ اعتراض، کبھی کسی حدیث کے حکم پہ اعتراض کبھی سنت پہ اعتراض کیوں کرتے ہیں یہ؟

لو یردونکم من بعد ایمانکم کفاراً o دل کی گہرائی سے چاہتے ہیں کہ تمہیں کافر بنا دیں، تمہیں مسلمان نہ رہنے دیں اس لئے کہ اسلام کفر کے لئے موت ہے اور اپنی موت کون چاہتا ہے! **حسداً من عند انفسھم من بعد ماتبئن لھم الحق.** اور یہ کوئی کسی نادانی سے یا غلطی سے نہیں کر رہے۔ یہود و نصاریٰ یا کفار کسی غلط فہمی کی بنیاد پر نہیں کر رہے۔ اُن پر بھی ظاہر ہے کہ حق محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمایا ہوا ہے۔ اسلام حق ہے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ حق ہے، شریعت کے احکام حق ہیں۔ تبئن لھم الحق۔ اُن پر حق واضح ہو چکا ہے، لیکن خود قبول کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، خود مخالفت کر رہے ہیں اور جنہیں قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے یہ چاہتے ہیں کہ انہیں بھی اس سعادت سے محروم کر کے اپنے ساتھ لے جائیں۔ فرمایا **فاعفوا واصفحوا.** درگزر کرو، برداشت کرو۔ **حتی یاتی اللّٰہُ بامرہٖ.** حتیٰ کہ اس معاملے میں اللہ کریم اپنا کوئی حکم بھیج دیں۔ تب تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا اور کتنا مشکل کام تھا کہ ساری تکلیفیں برداشت کرو اور اُف تک نہ کرو۔ برداشت کرتے چلے جاؤ اور برسوں مسلمان برداشت کرتے چلے گئے۔ کیا عجیب لوگ تھے!

اب آج کفار نے یہ اعتراض بھی سکھا دیئے ہیں کہ وہ لوگ مسلمان تھے بھی یا نہیں۔ آج یہ اعتراض بھی کئے جاتے ہیں کہ صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مسلمان بھی تھے یا نہیں۔ یہ تو وہ لوگ تھے جنہوں نے ہر دکھ کو سینے سے لگایا اور اُف تک نہیں کی۔

حتی یاتی اللہ بامرہٖ. تا آنکہ اللہ اپنا واضح حکم بھیج دیں۔ **ان اللہ علی کل شی ءٍ قدیر.** کہ اللہ ہر چیز پہ قادر ہے۔ یا جہاد کا حکم آ جائے یا زندگی کے خاتمے کا حکم آ جائے، اللہ بہتر جاننے والا ہے اور وہ بہتر حساب کرنے والا ہے، وہ سب سے معاملہ طے کر لے گا۔ پھر جہاد کا حکم ہوا تو جہاد میں بھی قتل و غارت گری مطلوب نہیں ہے باطل کو باطل کہنا اور حق کو حق ثابت کرنا جہاد ہے، جس ذریعہ سے ہو سکے، کہیں زبان سے بات کرنا جہاد ہے، کہیں قلم سے لکھنا جہاد ہے، سب سے بڑا جہاد اپنے کردار سے ثابت کرنا ہے اور جہاں ضرورت پڑے وہاں جان دینا اور جان لینا بھی جہاد ہے، لیکن اس جہاد کا فیصلہ ہر فرد نہیں کر سکتا۔ دینی ادارہ جس کو اختیار قضا ہو، جس کے پاس حکم کا اختیار ہو اُس کا حق ہے کہ وہ فیصلہ کرے۔ ماؤشما اٹھ کر ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جائیں اور جسے جی چاہے کافر کہہ کر گولی مار دیں، یہ جہاد نہیں ہے۔

..........☆☆☆☆☆..........

ولی اللہ کی پہچان

”یہ جو معیار ہم نے بنالیا ہے کہ فلاں بزرگ
کے پاس گئے تو ہمیں اتنا دنیوی فائدہ ہوا اگر
فائدہ ہوا تو یہ رب کی مرضی اور اگر نقصان ہوا تو یہ بھی
میرے رب کی مرضی لیکن اس کے پاس جانے سے
اگر تمہیں وہ کیفیت نصیب ہو کہ اللہ پر اعتراض کی
بجائے اللہ کی اطاعت آ جائے‘ اللہ کے رسول کے
احکام چھوٹنے سے دل پر ٹھیس لگے
تو یہی ولی اللہ ہے۔“

ماخوذ از
”تعلیمات و برکات نبوت صلی اللہ علیہ وسلم“

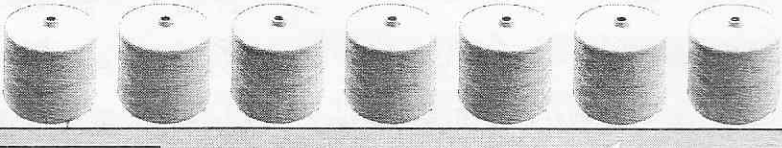

تعاون
احمد دین
ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
مینوفیکچررز
آف پی سی یارن
پل کوریاں‘ سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-2667571

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 17-07-2006

سوال :- بہت سے لوگ زراعت کے پیشے سے وابستہ ہیں شریعت کی رو سے کھیتی باڑی اور کاشتکاری میں مالک زمین اور مزارع یا حصے دار کے مابین معاملات کس طرح طے پائیں گے؟

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

جواب :- کوئی ایک طے شدہ شرط شریعت میں موجود نہیں ہے زراعت میں مختلف قسم کی زمینیں ہیں کچھ بارانی ہیں کچھ ایسی ہیں جو سیراب ہوتی ہیں پھر مختلف شرائط ہوتی ہیں کہ مالک کیا اُس میں سپورٹ کرے گا۔ بیج دے گا یا کھاد دے گا یا کچھ حصہ داری ہل چلانے میں بھی اُس کے کچھ اخراجات دے گا تو کیا حاصل لے گا یا مالک صرف زمین دے گا اور باقی کے سارے اخراجات مزارع کے ہوں گے تو پھر کیا اُس سے حاصل ہو گا تو ہمارے ہاں تو اب یہ رواج ہو گیا ہے کہ بارانی زمینوں کا کہ وہ دونوں کی مرضی پہ ہوتا ہے کوئی طے شدہ معاملہ نہیں ہے دونوں اپنی پسند سے جو طے کرتے ہیں تو وہ دیانتداری سے پورا کرنا چاہئے تو ہمارے ہاں اب یہ ہے کہ جو زمیندار زمین کا مالک جو ہے اگر وہ اخراجات میں حصہ دار نہیں بنتا تو اُسے فصل کا تیسرا حصہ ملتا ہے وہ تین حصے کر لیتے ہیں۔ ایک حصہ اخراجات کا، ایک حصہ مزارع کا، ایک حصہ مالک کا تو وہ دو حصے مزارعہ لے لیتا ہے۔ چونکہ اخراجات وہ کرتا ہے تو وہ بہر حال اپنی پسند سے کرتا ہے کچھ رقبے ایسے ہیں جن میں سے مالک نصف لیتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو وہ ٹھیکے پہ دے دیتے ہیں کہ ایک سال کے لئے تم رقبہ کاشت کر لو جو بھی فصل آئے وہ تم اٹھا لو۔ وہ پیسے طے کر لیتے ہیں کہ اتنے پیسے مجھے دے دو تو یہ مستقل طے نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں ایک تو کاشت کرنے والے کی اور مالک دونوں کی مرضی شامل ہوتی ہے کہ اُسے بھی اگر وہ سمجھتا ہے کہ مجھے کچھ اس میں بچت ہے تو وہ محنت کرتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ زمین کی اقسام مختلف ہوتی ہیں بارانی زمینوں میں بھی مختلف ہیں کہ ایک جگہ جو ہے بہت اچھا فصل دیتی ہے دوسری جگہ بارانی ہے لیکن اُس میں فصل اُس طرح سے نہیں ہوتا تو عمومی یہاں ہمارے جو رواج بن رہا ہے بارانی علاقے کا وہ یہ ہے کہ مزارع جو ہے وہ دو حصے رکھ لیتا ہے ایک حصہ مزدوری کا اور اُس کا اخراجات کا، ہل کا بیج وغیرہ کا اور ایک حصہ وہ اپنی محنت کا لے لیتا ہے۔ تیسرا حصہ مالک کو دیتا ہے۔ کہیں کیا ہے اُس میں کوئی شرعی پابندی نہیں ہے چونکہ یہ آپس کی رضامندی پہ ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جو طے ہو اُس میں کمی بیشی نہ کی جائے۔ نہ مزارع اُس میں بددیانتی کرے نہ مالک اُس سے زیادتی کرے۔ جو امور طے ہوں اُس کے مطابق وہ ہونا چاہئے لین دین کے معاملے میں ویسے بھی معاملات میں ہم احتیاط نہیں کرتے حالانکہ عبادات کی نسبت معاملات میں زیادہ احتیاط چاہیے بلکہ عبادت سے حاصل ہی یہ ہوتا

ہے کہ معاملات سدھر جاتے ہیں عبادات کا ایک طرح کا جسے ہم ثواب کہتے ہیں۔ عبادات کا ثواب جو ہے دنیا میں وہ یہ ہے کہ معاملات سدھر جاتے ہیں۔

اِن الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر. عبادات بے حیائی سے اور بُرائی سے روکتی ہیں۔ عبادت کرنے کا جو اجر ملتا ہے دنیا میں یا جو ثواب ملتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات درست ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور اگر بندہ عبادت بھی کرتا ہے اور اُس کے معاملات نہیں سدھرتے تو پھر اُسے سوچنا پڑے گا کہ کیا وہ عبادت صحیح کر رہا ہے شرعی طریقے سے کر رہا ہے کہیں کوئی کسی بدعت میں گرفتار تو نہیں یا خلوص نیت سے کر رہا ہے یا ریا کاری سے دکھاوے سے کر رہا ہے چونکہ اگر عبادت صحیح ہوگی تو یقیناً اُس پر ثواب مرتب ہوگا اور اُسکا ثواب یہ ہے کہ معاملات درست ہو جائیں گے تو یہ کوئی طے نہیں کیا جا سکتا۔ حالات کے مطابق اور ضرورت کے مطابق لوگ اپنا اپنا طے کرتے ہیں۔ شریعت میں یہ ہے کہ معاملات میں جو معاہدہ ہو جو طے ہو اُسے دیانتداری سے پورا کیا جائے کوئی بھی فریق زیادتی نہ کرے ویسے بھی لین دین کے معاملے میں محتاط ہونا چاہیے خصوصاً جو لیتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ اُس کا حق ادا کرے یا واپس کرنا ہے تو واپس کرے یا حالات سخت ہو گئے ہیں تو معذرت چاہے بتائے میرے ساتھ یہ مصیبت ہے لینے والے کو بھی چاہیے کہ کچھ رواداری سے کام لے اور درگزر سے کام لے۔ دے چکا ہے تو اُسے پریشان نہ کرے۔ سختی نہ کرے تو یہ آپس کے معاملات ہیں یہ مل جل کر ہوتے ہیں جس کے پاس جتنا مال جائے گا اتنا وہ عشر دے گا۔ جتنا غلہ جس کے پاس ہوگا اُتنا عشر وہ دے گا۔

سوال: - حیات النبی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے وضاحت فرمائیے؟

جواب: - حیات النبی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ساری سورج کی طرح واضح اور روشن ہے اور ساری حیات مبارکہ ہی قرآن کی تفسیر ہے اُس کے بارے کوئی خاص ایک بات تو بتائی نہیں جا سکتی۔ حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے عرض کیا تھا کہ مجھے آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ کے بارے بتائیں تو اُن کا جواب حدیث شریف میں سیرت میں موجود ہے انہوں نے فرمایا کان خلقهُ القرآن. کہ آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ وہی تھے جو قرآن بتاتا ہے۔

حیات بعد الموت یہ تو ایک حضور ﷺ کا نہیں ہے۔ حیات انبیاء تو ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے موت جو عام آدمی کی موت ہے وہ بھی کوئی زندگی کا خاتمہ نہیں ہے موت زندگی کی ایک صورت ہے جو تبدیل ہو جاتی ہے عالم بدل جاتا ہے احکام اُس عالم کے وارد ہوتے ہیں اب جہاں کوئی جس ملک میں رہتا ہے قوانین اُس ملک کے ہوتے ہیں اب پاکستان سے کوئی برطانیہ چلا جائے تو وہ یہ نہیں سوچتا کہ پاکستان کا قانون وہاں اُس پہ لاگو ہوگا اس طرح عالم برزخ میں جو بھی جاتا ہے وہ نبی ہو یا غیر نبی ہو تو احکام برزخ کے وارد ہوتے ہیں دن رات برزخ کے ہوں گے موسم برزخ کے ہوں گے غذا برزخ کی ہوگی جو بھی احکام ہیں وہ برزخ کے ہوں گے تو عام آدمی بھی جب مرتا ہے تو اُس کا جسم جو ہے یہ منتشر ہو جاتا ہے یا مٹی بن جاتا ہے لیکن اُس کی روح بھی برزخ میں موجود رہتی ہے اور اعضائے جسم یا جسم کے ذرات یا جو بھی جسم کے اجزا ہیں اُن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے۔ اگر برزخ میں روح نجات میں ہے تو وہ اجزائے بدن کہیں بھی منتشر ہو

جائیں وہ فرحت اُن تک بھی پہنچتی رہتی ہے اور اگر برزخ میں روح عذاب میں ہے تو اُس کی اذیت بھی اُن ذرات تک پہنچتی رہتی ہے خواہ وہ کہیں بھی منتشر ہو جائیں بہر حال اُن کا تعلق اُس روح کے ساتھ رہتا ہے تو جو لوگ شہید ہوتے ہیں قرآن حکیم نے واضح بتا دیا ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل الله اموات ۔ اب یہاں قرآن نے قتل کا لفظ استعمال فرمایا ہے موت کا نہیں قتل جو ہے وہ تو جسم کی ٹوٹ پھوٹ سے ہوتا ہے گولی سے ہوتا ہے تلوار سے ہوتا ہے چاقو سے ہوتا ہے یا دم گھٹنے سے۔ جس طرح بھی ہو لیکن جسم کو توڑا جاتا ہے۔ ٹوٹ پھوٹ جسم میں کی جاتی ہے۔ بندہ اُس وجہ سے اُس کی موت واقع ہو جاتی ہے اُسے قتل کہتے ہیں۔ بخار ہو اور موت آ جائے بیمار ہو موت آ جائے اُسے کوئی قتل نہیں کہتا تو قتل وہ ہوتا ہے جو لڑائی میں مارا جائے یا کسی نے لڑ کر مار دیا یا گولی سے یا کسی طرح بھی جسم کی ٹوٹ پھوٹ جسم کاٹنے سے جو مرا۔ تو اب ظاہر ہے جنگ میں جو شہید ہوتے تھے اب آجکل بھی جو شہید ہوتے ہیں پرخچے اُڑ جاتے ہیں اس طرح کے ہتھیار ہیں لیکن اللہ کریم فرماتا ہے انہیں مردہ نہ کہو۔ وہ بھئی جسم کے پرخچے اڑ گئے وہ ٹکڑے جوڑ کے انہوں نے قبر میں دفن بھی کر دیا لیکن فرمایا۔

ولاتحسبن الذین قتل فی سبیل الله امواتا. جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کے بارے یہ سوچنا بھی منع ہے کہ یہ مر گئے بل احیاء عند اللہ ربھم یرزقون۔ اللہ کے پاس زندہ ہیں اپنا رزق پاتے ہیں کھاتے پیتے ہیں وہاں فرمایا کہ بل احیاء ولکن لا تشعرون ۔ وہ زندہ ہیں یہ الگ بات ہے کہ تمہارے شعور میں تمہاری عقل میں یہ بات نہیں آ سکتی اور شہید جو ہوتا ہے اُس کی کیا کیا شرط ہے کس شرط پہ اُسے شہید قرار دیا جاتا ہے کہ وہ دین کا اتباع کرتے ہوئے اللہ کی رضا کے لئے مارا جائے۔ نبی کی پیروی کرتے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کو مانتے ہوئے اللہ اور اُللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مارا جائے وہ شہید ہوگا تو اگر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا اتباع کرتے ہوئے کوئی مارا جائے تو اُسے مردہ نہ کہو خود نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کیا کہو گے؟۔ ایک عام آدمی اگر شہید ہوتا ہے اور اُسے آپ مردہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ مر گیا ہے تو خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پہ اطلاق کیا ہوگا اور اس میں اجماع امت ہے یہ تو آجکل کے لوگوں کی اختراع ہے جو اختلاف کرتے ہیں۔ حیات کی صورت کیا ہے اُس میں مختلف رائے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے لئے حیات بعد الموت کا انکار کسی نے نہیں کیا اور انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے چونکہ موت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو زندگی کا خاتمہ کر دے یہ بھی متفق علیہ ہے سارا اجتماعی مسئلہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارک خراب نہیں ہوتے انہیں مٹی نہیں کھاتی کوئی دیمک وغیرہ کوئی کیڑا کوئی کچھ نہیں لگتا۔ اس لئے کہ اُن کی حیات اتنی قوی ہوتی ہے اتنی مضبوط ہوتی ہے جیسے زندگی میں آدمی کا جسم نہیں بگڑتا اسی طرح انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اجسام مبارکہ بھی خراب نہیں ہوتے اور سیدنا سلیمان علیہ السلام تو برسوں کھڑے رہے کم ازکم دو سال تو اکثر لکھتے ہیں کہ وہ دو سال تو لاٹھی کی ٹیک پر کھڑے رہے تو جسم مبارک میں تو کوئی تغیر نہیں ہوا حالانکہ وفات پا چکے تھے۔ تو حیات جو ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی وہ اُس میں دنیوی حیات میں اور دنیا سے سفر فرمانے کے بعد حیات میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اُس طرح بلکہ دنیوی حیات سے زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے کہ دنیوی مصروفیات اُس میں سے کم ہو جاتی ہیں اور جو توجہ مبارک دنیا کی طرف یا دنیوی امور کی طرف رہتی تھی وہ بھی دنیا کی طرف نہیں رہتی۔ کل اللہ کی طرف ہو جاتی ہے۔ جہاں تک نبی علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات کا تعلق ہے۔تو جس طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مخلوق میں بے مثل و بے مثال ہے یعنی کس وصف میں کوئی نبی آدم کس وصف میں آپ ﷺ کا ثانی نہیں ہے۔کوئی دوسرا ویسا نہیں ہے نہ شکل میں نہ قد کاٹھ میں نہ حسن میں نہ جمال میں نہ بات کرنے میں نہ سوچنے میں نہ سمجھنے میں کسی بھی طرح آپ ﷺ جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے پوری مخلوق میں۔تو گویا آپ ﷺ کی روح پرفتوح بھی ایسی ہے جیسی کوئی دوسری روح نہیں اور آپ ﷺ کا وجود عالی بھی ایسا ہے جیسی کوئی دوسری جگہ نہیں ہے۔ جنت ہو، عرش عظیم ہو، عالم ارواح ہو، علین ہو، اعلیٰ علین ہو، جنت الفردوس ہو کوئی بھی جگہ اتنی قیمتی نہیں ہے جیسا عالی شان وجود محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے اب اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ روح پرفتوح وجود عالی سے جدا ہو کر علین میں مقیم ہے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو لوگ نجات میں ہوتے ہیں اُن کو بھی مرنے کے بعد دنیا سے اچھی جگہ ملتی ہے اور حضور ﷺ نے وصال فرمایا تو وجود عالی تو اس کائنات میں بہترین تھا اُس سے کم تر جگہ پر تشریف لے گئے۔یعنی اگر روح پرفتوح وجود عالی سے الگ کسی بھی جگہ اعلیٰ علین میں یا جنت الفردوس میں مقیم تصور کی جائے تو کیا وہ جنت وہ علین محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود عالی سے بڑھ کر ہے اگر بڑھکر نہیں ہے کم ہے تو پھر یہ کیسے تصور کیا جائے گا کہ حضور ﷺ کے وجود عالی سے روح پرفتوح کس کم تر جگہ پر منتقل ہوگئی۔ایسا نہیں ہے عام مسلمان کے لئے بھی قاعدہ ہے مسنون ہے کہ آپ قبروں کے پاس سے گزرتے ہیں تو السلام علیکم کہہ کر گزریں۔پوری دعا کہیں **السلام علیکم یا اهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحنُ بالا ثرo** کہ اے اہلیان قبر تم پر سلامتی ہو تم پہلے چلے گئے ہم بھی تمہارے پیچھے آ رہے ہیں اللہ ہماری بھی بخشش فرما دے اللہ تمہاری بھی بخشش فرما دے۔تو یہ مسنون ہے۔

اگر قبروں کے ساتھ یا وجود کے ساتھ ارواح کا تعلق نہیں ہوتا وہ سنتے نہیں یا جواب نہیں دے سکتے تو پھر جو کام ہو نہیں سکتا اُس کے کرنے کا تو کوئی شرعی حکم نہیں دیا جاتا **لا یکلف الله نفس الا وسعها** جو کام ہو نہیں سکتا اُس کا تو حکم ہی نہیں دیا جاتا تو اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ویسی سمجھ آئے یا نہ آئے لیکن جب ہم سلام کہتے ہیں تو اہل قبر جو ہیں مسلمان وہ سنتے بھی ہیں جواب بھی دیتے ہوں گے اگر ہمیں سمجھ نہیں آتی تو نہ آئے تو عام مسلمان کے لئے بھی یہ قاعدہ ہے نبی الصلوٰۃ والسلام کا جو ادب واحترام آپ ﷺ کی دنیوی حیات مبارکہ میں تھا روضہ اطہر کا وہی حیا وہی احترام شرعاً فرض ہے جو حکم تھا کہ

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی. اور جس کی سزا یہ تھی کہ **ان تحبط اعمالکم** اگر آواز بلند کی تو سارے عمل تمہارے ضائع ہو جائیں گے۔آج بھی وہ حکم اُس طرح موجود ہے کہ روضہ اطہر پہ اگر کوئی آواز بلند کرے گا تو اُس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے وصال نبوی ﷺ کے بعد حجرات مبارکہ کے باہر گلی تھی اور گلی سے آگے گھر تھے اور ایک مدت تک بلکہ اب تک ستر پچھتر اُس کی دہائی تک بھی ہم دیکھتے رہے ہے کہ حجرات مبارکہ کے باہر لوگوں کے گھر ہیں درمیان میں ایک گلی ہے پھر بازار بن گیا گھر ہٹوا دیے حکومت نے اور ایک بازار بنا دیا پھر جو ہوتا تھا ان کا ''پاکستان ہاؤس'' ایک زمانے میں یہ بالکل روضہ اطہر کے سامنے ہوتا تھا درمیان میں ایک گلی تھی سامنے پاکستان ہاؤس تھا اس طرح تبدیلیاں آتی رہیں اور اب وہ مسجد نبوی کم وبیش عہد نبوی میں جو شہر تھا مدینہ منورہ تقریباً وہ سارا شہر اب مسجد نے لے لیا ہے بلکہ اُس سے کچھ زائد جگہ لے لی ہے درمیان میں جو شہر میں خلا تھے خالی جگہیں تھیں شہروں میں ہوتے

ہیں محلوں کے درمیان خالی جگہیں پڑی ہوتی ہیں وہ بھی درمیان میں آ گئیں چونکہ حضور ﷺ کے والد گرامی کا جو مزار مبارک تھا وہ بھی ایسی ہی جگہ پر تھا۔ جنت البقیع میں نہیں تھا۔ جنت البقیع مسجد کے جس طرف ہے اُس کے دوسری طرف حضور ﷺ کے والد گرامی کا مزار مبارک تھا۔ اُس پہ ترکوں نے بہت بڑی عمارت بنائی تھی۔ وہ عمارت ہم نے دیکھی اندر جانے کی اجازت نہیں تھی سعودی حکومت نے بند کر رکھے تھے گیٹ دروازے لیکن عمارت وہ کافی تھی اندر کہیں قبر مبارک کے اور گرد اگرد خدام کے رہنے کی جگہیں یا حجرات ساری جگہ عمارت سرخ سی عمارت ہوتی تھی اُس نے گھیر رکھی تھی کئی دفعہ وہاں ہم نے حاضری دی۔ کچھ صحابہ کرام اس طرف اُن کے مدفن تھے۔ مسجد نبوی کا جب اضافہ کیا گیا اور وہ جگہ کھودی گئی تو مدفن بھی برآمد ہوئے صحابہ کرام کے وجود عالی برآمد ہوئے اور حضور ﷺ کے والد ماجد کو قبر کھود کر وہاں سے نکال کر جنت البقیع میں منتقل کیا گیا تو جتنے وجود ہائے مبارک نکلے وہ اُس طرح تھے جیسے آرام فرما رہے ہیں یہ تو یہ ستر یا اس کا دہائی کا انیس صد اس کی دہائی کے واقعات ہیں جب یہ مسجد کی توسیع ہو رہی تھی تو اُسمیں وہ جگہ بھی اب آ گئی مسجد کے اندر جہاں حضور ﷺ کے والد گرامی کا مزار تھا۔ وہ آبادی میں کوئی درمیان میں خالی جگہ تھی اُس میں تھا کچھ صحابہ کی قبور تھیں۔

ایک صحابی تھے جن کا بڑا مشہور واقعہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انتہائی بیماری کی حالت میں جب خطاب فرمایا تھا اور فرمایا کہ کس نے مجھ سے کچھ لینا ہو یا کس کا مجھ پر کوئی اُدھار ہو تو اپنا مانگ لے تو وہ کھڑے ہو گئے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یوم بدر آپ ﷺ صفیں بنوا رہے تھے تو آپ ﷺ نے مجھے چھڑی ماری تھی میرا وہ اُدھار ہے حضور ﷺ پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم کیا چاہتے ہو۔

یا رسول اللہ ﷺ میں بھی وہ چھڑی مارنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مارلو۔ تو بڑا کہرام مچا۔ ہر آنکھ اشک بار ہو گئی اور بے شمار لوگوں نے عرض کی کہ بھئی تم ہمیں ایک کی بجائے دس چھڑیاں مارلو اُس نے کہا میرا لین دین رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے۔ تو آپ ﷺ نے چھڑی منگوائی انہیں دی۔ غالباً اُن کا نام عکاشہ تھا اگر میں بھول نہیں رہا تو۔ تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو صرف تہبند باندھا ہوا تھا میرے پاس تو قمیض پہننے کو نہیں تھی اور میری پشت ننگی تھی جب آپ ﷺ نے ماری۔ آپ ﷺ نے قمیض مبارک پہن رکھی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا بھئی میری قمیض ہٹا دو تو بڑا اس پہ کہرام مچ گیا ساری مسجد میں اور ہر کوئی تڑپ رہا تھا کہ یہ کیوں ایسی گستاخی کر رہا ہے تو جب حضور ﷺ نے قمیض ہٹائی تو انہوں نے مہر نبوت چوم لی۔ جو آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان تھی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا یہی مقصد تھا تو اُن کی قبر مبارک بھی اس توسیع میں آئی اس طرف تھی اور انہیں بھی پھر باہر نکالا گیا اور پھر جنت البقیع میں دفن کئے گئے تو وجود اس طرح حیات تھے تر و تازہ تھے جس طرح زندگی میں کوئی تر و تازہ ہوتا ہے۔

۷۸، ۷۹ء میں چین کے اس مغربی صوبے میں کھدائی میں کچھ وجود برآمد ہوئے صحرا میں وہ کر رہے تھے تو وہ جہاں تک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پہنچے ابھی تک وہ صوبہ کاشغر سارا مسلمان ہے اکثریت مسلمانوں کی ہے تو وہاں سے جو وجود نکلے وہ بھی تر و تازہ تھے۔ اسی طرح اور بہت سے مشہور تاریخی واقعات ہیں تو یہ وہ لوگ تھے جو نبی ﷺ کے فرماں بردار اور تابع فرمان تھے اور آپ ﷺ کے اتباع سے اگر موت اُن کے وجودوں کو متغیر نہیں کر سکی تو نبی ﷺ کا مقام کیا ہوگا؟

تو حیات النبی ﷺ کا مسئلہ متنازعہ فیہ نہیں تھا۔ یہ اجماعی مسئلہ تھا۔ اگر

کچھ اُس میں لے دے تھی اختلاف علماء کی آراء میں تھا تو کیفیات میں تھا تو یہ تو طے ہے کہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کو یا شھدا کو دنیا کی خوراک کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا کے موسم اثر انداز نہیں ہوتے۔ دنیوی ضرورتیں، چونکہ عالم بدل گیا برزخ میں جلوہ افروز ہیں تو احکام برزخ کے ہوں گے غذا برزخ کی ہوگی لیل ونہار برزخ کے ہوں گے صبح شام برزخ کے ہوں گے لیکن حیات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

اور اہل اللہ کے بارے بھی یہ مقولہ ہے کہ اولیاء الله لایموتون بل ینتقلون من المکان الی المکان . اللہ کے بندے مرتے نہیں ہیں ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلے جاتے ہیں تو عامتہ المسلمین میں نجات یافتہ لوگ جو ہیں اُن کا وجود بھی سلامت ہوتا ہے شہدا کے بارے تو قرآن کی گواہی موجود ہے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بارے میں بھی اجماعی عقیدہ ہے حیات الانبیاء علیہم السلام کا اور حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات تو آپ ﷺ کی بات تو زیر بحث لانا ہی گستاخی ہے۔ ویسے کسی بھی موضوع پہ بات ہو تو حضور اکرم ﷺ کی مثال دینا یا آپ ﷺ کو زیر بحث لانا یہ گستاخی ہے یہ جرات نہیں کرنی چاہیے۔ حیات النبی ﷺ کا انکار کسی پڑھے لکھے شخص نے نہیں کیا جہلاء کی بات الگ ہے۔

تو علم جو ہے وہ صرف الفاظ سے اور حروف کے جاننے سے نہیں ہوتا حروف کا جاننا الفاظ کا پڑھنا کتابوں کا پڑھنا خبر ہوتا ہے علم نہیں ہوتا آپ جتنا سیکھتے جاتے ہیں آپ کے پاس خبر جمع ہوتی جاتی ہے خبر اور علم میں فرق ہوتا ہے آپ جتنی کتابیں پڑھتے جاتے ہیں تو مختلف چیزوں کے بارے خبریں آپ کے پاس جمع ہوتی جاتی ہیں اب بے شمار خبریں صفحہ قرطاس پہ ہوتی ہیں اُس کا نام ہی اخبار ہے ایک عام کاغذ اخبار کیسے بن گیا اُس پر خبریں جمع ہوگئیں لیکن کیا اس کاغذ کی صحت پر کوئی اثر پڑتا ہے اُس کی کوالٹی میں کوئی فرق پڑتا ہے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس طرح بہت سی کتابیں پڑھتے جائیں پڑھتے جائیں پڑھتے جائیں۔ دماغ میں جمع کرتے جائیں تو بندہ اخبار بن جاتا ہے عالم وہ ہوتا ہے جو معلومات ہوں اُن کی کیفیات بھی دل پہ وارد ہوں۔ وہ حال بھی بنیں وہ علم ہوتا ہے علم ہے کہ ایک آدمی کو علم ہے کہ یہ زہر ہے تو پھر وہ زندگی بھر اُس کے قریب نہیں جاتا یہ علم ہے اور پتہ ہے زہر ہے کھاتا ہے تو یہ خبر ہے اس کے پاس تو علم کے لئے شرط یہ ہے کہ جو جو پڑھا ہے اُس سے کچھ کیفیات دل میں بھی بنیں۔ اندر بھی آئیں وہ حال بنیں تو وہ علم ہوتا ہے تو جن کو اللہ علم دیتا ہے اہل علم میں سے تو کسی نے اختلاف کیا نہیں تو جن کے پاس علم نہیں ہے صرف خبر ہے اگر وہ اختلاف کرتا ہے تو میری ذاتی رائے میں اُن کی پرواہ نہیں کی جائے اُن کی کوئی اہمیت نہیں ہے میری ذاتی رائے میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہیں کوئی حیثیت دینا نہیں چاہیے اُن کی رائے کو کوئی حیثیت نہیں دی جانی چاہیے۔ اس لئے کہ وہ محض اُن کے پاس خبریں جمع ہیں اور خبروں کا کیا ہوتا ہے۔

تو میں وہ عرض کر رہا تھا کہ وہ حجرات مبارکہ کے باہر گلی تھی اور گلی کے باہر گھر تھا تو اُسی خاتون نے ضرورت پیش آ گئی تو دیوار میں کیل ٹھونک رہی تھی کہ حضرت عائشہؓ نے فوراً آدمی دوڑایا اور پیغام یہ بھیجا کہ

لا تو ذوا رسول اللہ ﷺ کہ نبی کریم ﷺ کو ایذا نہ دو یہ تمہاری ٹھک ٹھک حضور ﷺ کو پریشان کر رہی ہے حضور ﷺ حجرہ مبارک میں آرام فرما ہیں اور گلی کے پار اُس کا گھر تھا اپنے مکان میں کیل ٹھونک رہی تھی۔

اس طرح ایک اعرابی روضہ اطہر کے سامنے ذرہ بلند آواز سے بات کر رہا تھا سیدنا فاروق اعظمؓ کا زمانہ تھا تو آپ ﷺ نے فرش سے

کنکری اٹھا کر اُسے مار کر اپنی طرف متوجہ کیا اشارے سے فرمایا خاموش رہو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کون ہو اُس نے بتایا کہ میں صحرا سے آیا ہوں بدوی ہوں تو فرمایا اگر تم بدوی نہ ہوتے تو میں تمہیں دُرے مارتا۔ لیکن تمہیں چونکہ علم نہیں ہے یہاں آواز بلند نہیں کی جاتی۔ حالانکہ حضور ﷺ تو روضہ اطہر میں تھے۔

اسی طرح جب تک حضور ﷺ کی قبر مبارک تھی تو حضرت عائشہؓ بے تکلف وہاں رہا کرتی تھیں پھر سیدنا ابوبکر صدیقؓ آ گئے تو وہ اُن کے والد تھے پھر بھی بے تکلف اندر تشریف لے جاتیں لیکن جب فاروق اعظمؓ دفن ہو گئے تو پھر آپؓ حجاب فرما کر جاتی تھیں۔

یہ حیات النبی ﷺ پہ یہ جو دلائل دیتے ہیں ان میں بڑے نقل کرتے ہیں اقوال حضرت عائشہ الصدیقہؓ کے اگر آپؓ عنہا قائل نہیں تھیں تو فاروق اعظمؓ تو قبر میں تھے پھر اُن سے حجات فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ تو لفظوں کو توڑ مروڑ کر۔ مالا یرضیٰ بہ القائل یعنی کہنے والے کی جو مرضی ہوتی ہے وہ نہیں لیتے اُن الفاظ سے اپنی مرضی اُس میں ٹھونسنا چاہتے ہیں تو یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے اجتماعی مسئلہ ہے اور حیات تو ویسے بھی ختم نہیں ہوتی۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

موت سے تو زندگی شروع ہوتی ہے اور مضبوط ہوتی ہے ختم تو نہیں ہوتی!۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

☆☆☆☆

ٹیپو سلطانؒ شہید کی یاد میں

ہے عجب داستاں شیرِ میسورؒ کی
جس نے حق کے لئے اپنی جاں وار دی
اس کو پہچان کر تو بتاؤ ذرا
مردِ میدان وہ ٹیپو سلطانؒ تھا
اس کو حضرت علیؓ سے یہ نسبت بھی تھی
کہ تھی ماں فاطمہ باپ حیدر علی
گو عدو ہی عدو اس کے تھے چار سُو
پھر بھی چھوڑا نہ دل اپنی بدلی نہ خُو
غسل خانے میں ننگا نہاتا نہ تھا
اس کو آتی تھی ایسے میں رب سے حیا
اس کی ڈائیری میں مندرج اک خواب ہے
ربّ کعبہ کی رحمت کا جو باب ہے
کہ ملے خواب میں اس کو حضرت علیؓ
اور بتایا ترے منتظر ہیں نبی ﷺ
کہ تمہیں ساتھ لے جائیں وہ خُلد میں
اور اپنی معیت میں رکھیں تمہیں
جس کی ہو منتظر رحمتِ دوجہاں ﷺ
مدح اُس کی کرو میری ہمت کہاں
دین احمدؐ کا جس نے بھی رکھا بھرم
اس کو ساتھ اپنے رکھیں گے شاہِ اُمم ﷺ
جس نے دیں کے لئے جان قربان کی
زندگانی اسے غیرفانی ملی
جیتے جی اپنے سر کو جھکا نہ سکا
جاتے جاتے فرنگی کی جاں لے گیا
قول ٹیپوؒ کا سب کے ہے وردِ زباں
اس کے کردار کا جو کہ ہے ترجماں
"گرچہ سو سال بھی جی لے گیدڑ یہاں
شیر کا ایک دن ہے فزوں بے گماں"
ہسٹری سے ہمیں یہ ملا ہے سبق
پھوٹتی ہے شہیدوں کے خوں سے شفق
مثلِ ٹیپوؒ اویسی جیو اور مرو
شیرِ میسورؒ کی پیروی تم کرو

☆ انجینئر عبدالرزاق اویسی ٹوبہ

المرشد سے انتخاب

یہ کیسی محبت ہے......!

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللہ ﷺ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین. او کماقال رسول اللہ ﷺ

اللہ جل شانہٗ کا کلام صرف ایک ہستی کے ذریعے ساری مخلوق تک پہنچا اور وہ ایک ذات آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے کتنی عجیب بات ہے اللہ کریم قادر تھے جب وحی نازل ہوتی تو جو لوگ پاس موجود تھے وہ سب سن سکتے تھے۔ اللہ کریم سنوا سکتے تھے لیکن اُس کی قدرت کاملہ کہ نزولِ وحی صرف حضور اکرم ﷺ کے قلبِ اطہر پہ ہوتی تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ارشاد فرماتے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔ تب کسی دوسرے فرد کو پتہ چلتا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پتہ چلتا۔ اس لئے کہ وحی اللہ جل شانہٗ کا ذاتی کلام ہے اور اُس کی ذات کے کلام کو سننے کے لئے ایک استعداد ایک قوت سماعت جو ضروری ہے وہ صرف اور صرف نبی کے قلب اطہر میں ہوتی ہے غیر نبی کے قلوب اللہ کی کلام ذاتی کو سننے کی استعداد نہیں رکھتے۔

موجودہ سائنس نے آواز کی بہت سی توجیہات کی ہیں اور سماعت کی فریکونسی مقرر کر دی ہے۔ انسان کی نسبت جانوروں کی قوت سماعت اتنی تیز ہوتی ہے کہ کچھ آوازیں جو انسان نہیں سن سکتا وہ سن لیتے ہیں۔ امریکہ کے بعض شہروں میں جہاں جنگلی جانوروں کا تحفظ کیا جاتا ہے تو ہرن قسم کے یا اینڈیر قسم کے یا اس طرح کے جنگلی جانور شہروں میں گھس آتے ہیں۔ سڑکوں پہ آجاتے ہیں، حادثات ہوتے ہیں، مارے جاتے ہیں، اُس کا حل انہوں نے یہ کیا کہ ایک خاص فریکونسی کا ہارن گاڑی میں لگا دیا جب گاڑی کا سوئچ آن ہوتا ہے تو ہارن بجنے لگتا ہے لیکن کوئی انسان اُسے نہیں سنتا انسانی قوت سماعت کی جو فریکونسی ہے اُس سے اس کی فریکونسی بہت لو Low ہے وہ بج رہا ہوتا ہے لیکن انسان کو سنائی نہیں دیتا مگر جو جانور سڑک پر ہو وہ سن لیتا ہے۔ اور وہ ہٹ جاتا ہے۔ اگر انسانوں اور حیوانوں کی قوت سماعت میں اتنا فرق ہے تو عام آدمی اور اللہ کے نبی کی استعداد اور سماعت کا فرق ملاحظہ کیجئے!۔

پھر وحی کی دو اقسام ہیں وحی متلو اور وحی غیر متلو۔ وحی متلو یہ تیس پارے قرآن حکیم ہمارے پاس موجود ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی اور جن الفاظ میں، جن جملوں میں، جس طرح کے فقرے، جس طرح کے مضامین نازل ہوئے اُسی طرح کے حضور اکرم ﷺ نے بیان فرما دیئے گویا قرآن حکیم میں الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے ہیں اور معانی و مفاہیم بھی رب کریم کی طرف سے دیئے گئے۔ وہ وحی جو نازل ہوئی قلب اطہر رسول اللہ ﷺ پر لیکن اُسے حضور ﷺ نے اپنے الفاظ میں ارشاد فرمایا بات اللہ کی ہے الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ کے ہیں لہذا وہ حدیث پاک ہے حدیث پاک کا انکار ویسا ہی کفر ہے جیسا قرآن کریم کا انکار چونکہ وہ بھی وحی ہے یہ بھی وحی ہے۔ یہ الگ

بات ہے کہ قرآن کریم کو حفاظت الٰہیہ حاصل تھی لہذا اس میں کوئی مداخلت نہ کرسکا جبکہ احادیث مبارک میں بہت سی حدیثیں لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کے داخل کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ کریم نے اُس کی حفاظت کا بھی انتظام فرمادیا چونکہ وہ بھی وحی تھی لہذا مسلمانوں نے سترہ علوم ایجاد کئے جو حدیث پاک کی حفاظت جانچ اور پرکھ کرتے ہیں۔ اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ایک فن اُن میں سے ''اسماء الرجال'' کا ہے۔ جس کی نظیر دنیائے علم میں نہیں ملتی' جتنے لوگوں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے حدیث بیان کی ہے ''الفابیٹیکلی'' حروف تہجی کی ترتیب پر اُن کے تمام اسماء گرامی کی ترتیب ہے۔ پھر اُن کے حالات زندگی' اُن کا کردار' اُن کی قوت حافظہ' یہ ساری تفصیلات اُس میں درج ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص کیسا تھا اور اس کا حافظہ کیسا تھا۔ کہیں بھول تو نہیں گیا اس طرح سے احادیث مبارکہ میں سے بھی ''صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع'' الگ کردی گئیں کہ یہ ''صحیح'' ہے اس پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ یہ ''حسن'' ہے اس کی صحت بہت اچھی ہے لیکن اُس درجے کی نہیں جو صحیح کی ہے۔ اسی طرح سے ''ضعیف'' کہ اس میں کمزوری ہے کسی جگہ کوئی راوی کمزور ہے یا کوئی بیان کرنے والا دماغی اعتبار سے یادداشت اُس کی کمزور ہے۔ اُسے ضعیف لکھا گیا اور ''موضوع'' الگ کردی گئی کہ یہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ نہیں ہیں یہ کسی نے گھڑ کے ڈال دی ہے وضع کردہ ہے ''موضوع'' ہے۔ تو وہ بھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا اور آج کوئی ایسی حدیث مبارکہ نہیں ہے جس کے بارے میں متقدمین نے آئمہ احادیث نے شارحین حدیث نے یہ فیصلہ نہ کردیا ہو کہ یہ کس درجے کی حدیث ہے۔

جو حدیث پاک میں نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے یہ ''صحاح ستہ'' کی حدیث ہے۔ صحیح ترین احادیث کے جو مجموعے جنہیں ''صحاح ستہ'' کہتے ہیں چھ کتابیں احادیث کی جن میں ساری صحیح احادیثیں جمع کی گئی ہیں بڑی چھان پھٹک کے بعد اُن سب میں موجود ہے آقا نامدار ﷺ نے فرمایا۔ **لا یومن احدکم**۔ تم میں سے کوئی بھی اُس وقت تک ایماندار نہیں ہوسکتا مومن نہیں ہوسکتا اُس کا ایمان قابل قبول نہیں ہے۔ **حتی اکون احب الیہ**۔ جب تک میں محمد رسول اللہ ﷺ اُسے اتنا محبوب نہ ہو جاؤں۔ **من والدہ وولدہ**۔ اُس کے والدین سے زیادہ اُس کی اولاد سے زیادہ' یعنی میری ذات اُسے اتنی محبوب ہو جائے کہ اپنے والدین سے زیادہ اپنی اولاد سے زیادہ۔ **والناس اجمعین**۔ اور دنیا کے ہر فرد و بشر سے زیادہ محبت جو ہے اُس کی میرے ساتھ ہو۔ جسے محبت کا یہ درجہ حاصل نہیں ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں وہ مومن نہیں ہے وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا **لا یومنُ**۔ وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بھی نہیں فرمایا کہ وہ مومن نہیں ہے فرمایا وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا۔

اب یہ محبت کیسے ہو؟ زندگی اللہ کی عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے اور اتنی قیمتی نعمت ہے کہ دنیا میں آنے کے لئے ایک بار فرصت ملی ہے۔ جب وقت ختم ہو جاتا ہے تو کوئی بڑے سے بڑا ڈاکٹر' کوئی بڑے سے بڑا طبیب' کوئی بڑے سے بڑا انسان' ایک لمحہ اُسے بڑھا نہیں سکتا۔ معجزات انبیاء علیہم السلام الگ بات ہے۔ اس میں محبت کا ایک عجیب قرینہ اور سلیقہ ہے۔ ہم مختلف چیزوں سے محبت کرتے ہیں اور منع نہیں ہے دولت سے محبت منع نہیں ہے۔ گھر سے محبت منع نہیں ہے۔ بیوی بچوں سے محبت منع نہیں ہے۔ دوستوں سے محبت منع نہیں ہے۔ اپنے اقتدار و وقار سے' اپنی آنر' اپنی عزت سے محبت' یہ منع نہیں ہے۔ یہ ساری محبتیں اپنی جگہ ہوں لیکن جب معاملہ آجائے رسول اللہ ﷺ کا تو یہ ساری محبتیں قربان کی جاسکیں محبت پیامبر ﷺ پر۔ وہ سب سے زیادہ قوی ہونی چاہیے۔ ہم کیسے محبت کرتے ہیں؟ محبت

ہوتی کیا ہے؟ اس پہ بڑا لکھا گیا بڑے ادیبوں نے' شاعروں نے' دانشوروں نے مختصر الفاظ میں بھی باتیں کیں اور طویل تشریحات بھی اور کتابیں بھی لکھیں۔ لیکن میرا خیال ہے اگر ہم کم از کم الفاظ میں سمجھنا چاہیں تو کوئی چیز' کوئی فرد' جو ہمیں بہت اچھا لگتا ہے کوئی آواز جو ہمیں بہت اچھی لگتی ہے' کوئی صورت جو ہمیں بہت پسند آتی ہے' اُسے پانے کے لئے' اُس کے ساتھ رہنے کیلئے' اُسے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے ایک تمنا دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ یہ میرے پاس رہے' میرے ساتھ رہے' میری ہو' اسی جذبے کو محبت کہتے ہیں اور یہ ہر انسان میں فطرتاً ہے۔ کسی کو مال و دولت سے محبت ہے۔ وہ لباس کی پرواہ نہیں کرتا' گرمی سردی کی پرواہ نہیں کرتا' دوستی دشمنی کی پرواہ نہیں کرتا۔ حصول مال کے لئے دیوانہ ہے' جہاں سے ملے جیسے ملے جمع کئے جا رہا ہے۔ کسی کو اپنی شہرت سے محبت ہے اور اُس کے لئے وہ کسی پریشانی کی پرواہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ مال جائیداد بھی لٹائے جا رہا ہے کہ میری شہرت ہونی چاہئے۔ کسی کو اقتدار سے محبت ہے حصول اقتدار کے لئے وہ زندگی داؤ پہ لگا دیتا ہے' عمر جیلوں میں گزار دیتا ہے' ماریں کھاتا ہے' پریشان ہوتا ہے لیکن اپنی اُس محبت پہ قائم رہتا ہے کہ مجھے اقتدار ملنا چاہئے۔

یہ محبت کیوں ہوتی ہے؟ اُسے اقتدار کے فوائد کا یا اقتدار کے مزے کا پتہ ہے اس لئے وہ اُسے محبوب ہے۔ جسے پتہ ہی نہیں اقتدار میں کیا نشہ ہے وہ اُس سے محبت کیوں کرے گا؟ اب اس کلیے سے دیکھیں تو محبت کے لئے جاننا اور پہچاننا شرط ہے۔ جو جانے گا پہچانے گا وہ محبت کرے گا۔ جو جانتا ہی نہیں وہ محبت کیا کرے گا؟ ایمان کے لئے مطالبہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر فرد و بشر والدین اولاد سب سے بڑھ کر محبت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہو۔ اب یہ بڑھ کر تب ہی ہو کہ کوئی اس نظر سے جانتا ہو کہ اللہ کا حبیب ﷺ کون ہے؟ کیسا ہے؟ میرے لئے کیسا ہے؟ ہم جتنی محبتیں کرتے ہیں جس چیز سے' جس فرد سے' بھی محبت کرتے ہیں اُس میں کوئی خوبی ہوتی ہے اُس خوبی کے ہم عاشق ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اُس میں بے شمار خامیاں بھی ہوتی ہیں۔ والدین اور اولاد کو لے لو ہم اُن کی محبت میں پاگل ہوتے ہیں لیکن والدین میں بھی بعض اوقات ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو ہمیں پسند نہیں ہوتیں اور اولاد تو اکثر اوقات نافرمان نکلتی ہے۔ اس کے باوجود اولاد وہی ہوتی ہے اس کے باوجود ماں باپ بھی اُن سے محبت کرتے ہیں۔ اُن کے بچاؤ کے اسباب اُن کے لئے کچھ نہ ہو سکے تو دعا تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ روتے تو رہتے ہیں یعنی جس سے بھی ہم محبت کرتے ہیں۔ دولت سے محبت کرتے ہیں تو ضروری نہیں کہ سارا مال حلال ہی ملے اُس میں حرام بھی ہوتا ہے' ناجائز بھی ہوتا ہے' سُود بھی ہوتا ہے' ظلم کا کمایا ہوا بھی ہوتا ہے یہ ساری خامیاں نظر انداز کر کے ہم محبت کئے جا رہے ہوتے ہیں؟

لیکن اللہ کا حبیب ﷺ ایسی ہستی ہے جس میں کوئی خامی نام کی چیز ہی نہیں خوبی ہی خوبی ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ خامی کا وہاں گزر نہیں خوبی ہی خوبی ہے۔ کرم ہی کرم ہے' حسن ہی حسن ہے' لطافت ہی لطافت ہے' اور ایسی چیز' ایسی ہستی' کوئی ایسا وجود عالی' ہمیں مل سکے ہمارے سامنے ہو ہم اُس سے محبت نہ کریں۔ کیسے ممکن ہے اگر ہم محبت نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو جانا نہیں' پہچانا نہیں' آپ ﷺ ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ سنی سنائی بات ہے۔ ایک بات ہے جو ہم آباؤ اجداد سے سنتے آ رہے ہیں۔ علمائے کرام سے سنتے آ رہے ہیں۔ دوست احباب سے سنتے آ رہے ہیں کہ کوئی ایک ہستی ہے وہ اللہ کا رسول ﷺ ہے۔ ہم بھی اُسے نبی مانتے ہیں۔ چلو بات ختم ہوگئی۔ اگر معاملہ یہاں تک رہے تو بظاہر تو ہم مسلمان ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم مومن نہیں ہو سکتے۔ یہ تو بڑی

خطرناک بات ہے کہ ساری زندگی ہم خود کو مسلمان شمار کرتے رہیں اور قبر میں پہنچیں تو وہاں پر پتہ چلے کہ ہم تو مسلمان ہوئے ہی نہیں، ہم تو اس قابل ہی نہیں کہ مسلمان ہو سکیں۔ وہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے کہ بندہ واپس آ کر اصلاح کر لے۔ اور محبت اختیاری جذبہ بھی نہیں کہ جہاں چاہے محبت کرنا شروع کر دے۔ یہ تو بے اختیار ہو جاتی ہے جب کوئی چیز دل میں بس جاتی ہے، کھب جاتی ہے، زبردستی دل پر مسلط ہو جاتی ہے، تب محبت ہوتی ہے۔ اس کے لئے ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کو جاننا ہوگا۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ تعالی علیہ نے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی "نشر الحبیب فی ذکر الحبیب ﷺ"۔ عربی میں کتاب ہے پھر آگے اردو میں ترجمہ ہے۔ عربی اردو دونوں میں ملتی ہے چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے۔ کسی نے پوچھا "حضرت آپ نے مختصر سی اور جامع سی لکھی ہے حالانکہ سیرت طیبہ پر بہت بڑی کتابیں ہیں اور آپ کے علم کے مطابق آپ نے بڑی چھوٹی سی لکھی ہے۔ آپ تو بہت کچھ لکھ سکتے تھے!"۔ "فرمایا جو بھی اس کتاب کو پڑھے گا اور پڑھنا شروع کر دے گا اور دہراتا چلا جائے گا ہر بار اُسے اللہ کے نبی ﷺ سے محبت ہوتی چلی جائے گی"۔ ولادت باسعادت، بچپن، لڑکپن، چھوٹے واقعات، چھوٹے جملے، چھوٹے پیراگراف، چھوٹی سی کتاب لیکن واقعی یہ بات حق ہے کہ جو پڑھنا شروع کر دے اُسے اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ باریکیاں اُس میں بیان کی گئی ہیں مختصر الفاظ میں اور عام فہم الفاظ میں۔ بہت طویل کتابوں میں مضمون اتنا لمبا ہو جاتا ہے کہ اصل بات قاری کے قابو نہیں آتی۔ کوئی بڑا فاضل ہو تو اُس طویل مضمون میں سے مفہوم حاصل کر لے ورنہ عام آدمی مضمون کی طوالت میں کھو جاتا ہے۔ اصل بات رہ جاتی ہے۔ تو اُس میں حکمت یہ ہے کہ اِس میں وہ مقصد کی بات ہے اُس میں طوالت نہیں ہے۔ اسی طرح سے آپ کسی پڑھے لکھے سے ذکر خیر سنتے رہیں۔ یعنی آپ پڑھ کر جانیں، سُن کر جانیں، شرط تو جاننا ہے جاننے سے محبت پیدا ہوگی اور محبت کا ایک معیار ہے ایک عرب شاعر نے کہا تھا "جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ محبوب کا غلام ہو جاتا ہے ایسا پاگل ہوتا ہے کہ وہی کرتا ہے جو محبوب کہتا ہے ساری دنیا کچھ کہتی رہے پرواہ نہیں کرتا ساری دنیا روکتی ہے نہیں رُکتا"۔

مجھے بڑی حیرت ہوئی اگلے دن سٹیلائٹ پہ ایک پروگرام آ رہا تھا بہت اچھا پروگرام تھا اور مجھے بڑی خوشگوار حیرت ہوئی اور مجھے خوشی بھی ہوئی کہ کسی بندے نے تو یہ بات کہی۔ کراچی کے ایک پی ایچ ڈی ڈاکٹر صاحب ہیں وہ بات کر رہے تھے اور وہ کہنے لگے کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ ہمیں یاد کرانے آتے ہیں کہ تم مسلمان ہو۔ میں نے دنیا میں پھر کے دیکھا ہے کوئی یہودیوں کو یاد نہیں کراتا کہ تم یہودی ہو، کوئی عیسائیوں کو یہ یاد نہیں کراتا کہ تم عیسائی ہو، کوئی فرانسیسیوں کو یہ یاد نہیں کراتا کہ تم فرانس کے رہنے والے ہو، کوئی امریکیوں کو یہ تبلیغ نہیں کراتا کہ تم امریکن ہو، سارے خود بخود ہی ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہودی کہتا ہے میں یہودی ہوں، فرانسیسی کہتا ہے میں فرانسیسی ہوں، امریکن کہتا ہے میں امریکن ہوں۔ ایک ہم مسلمان ہیں کہ فوجوں کی فوجیں پھرتی ہیں جو ہمیں یاد کراتی پھرتی ہیں یار تم مسلمان ہو۔ ہم پھر بھی کہتے ہیں۔ ہوں گے دیکھا جائے گا۔ یعنی کیسی عجیب بات ہے کہ آدھی قوم تو بستر باندھ کے اس بات پہ پھرتی ہے کہ ہمیں یاد کرائے کہ ہم مسلمان ہیں اور اِس کے باوجود اس ساری محنت کے باوجود، پھر ہم اُسی جگہ کھڑے ہیں کہ خیر ہے جی مسلمان ہوں گے۔ ہمارا کردار اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ ہم مسلمان ہیں۔

رات میں گھر سے آ رہا تھا۔ سخت سردی تھی اور بڑی دھند تھی۔ یہ جتنے پہ کیمرہ رکھا ہے اتنے پہ سڑک نظر نہیں آتی تھی میں ایک سائیڈ کی

لائٹ سے سڑک کا ایک کنارا دیکھتا جا رہا تھا۔ سڑک کا ایک کنارہ چار پانچ گز آگے تک نظر آتا تھا اور جس طرح بندہ پیدل چلتا ہے۔ اُس رفتار سے میں گاڑی چلا رہا تھا اور یہاں آ کر مجھے مسئلہ ہو گیا کہ اپنا گیٹ مس نہ کر جائیں اتنی دھند تھی لیکن مجھے دو آدمی ملے وہ جنگل سے چوری ''کہو'' کاٹ کر، بڑے بڑے گھٹے اٹھا کر جا رہے تھے۔ اُس سردی میں، اُس اندھیرے اور تاریکی میں، سانپ، بچھو، درندے، ہر چیز کا ڈر، پھر پکڑے جانے کا خطرہ۔ تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس سردی میں ایک گٹھا ''کہو'' کا چوری کرنے کے لئے انہوں نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی؟ اس لئے کہ انہیں اس کے فائدے کا پتہ ہے کہ یہ ہم لے جائیں گے۔ اس کے پتے ہماری بکریاں، بھینسیں کھائیں گی اور ہمیں دودھ دیں گی۔ اُس کا جو فوری فائدہ ہے وہ انہیں پتہ ہے لیکن شاید یہ دونوں اب سردی سے ٹھٹھر کر جائیں گے تو نماز نہیں پڑھیں گے۔ سردی سے اب آئے ہیں پھر کون وضو کرے؟ اور کون اٹھے بیٹھے؟ کیوں نہیں پڑھیں گے؟ اللہ کرے انہوں نے پڑھی ہو لیکن عموماً ہوتا ایسا ہے کہ ہم نہیں پڑھتے۔ کیوں نہیں پڑھتے؟ اس لئے کہ ہم نے اُس ہستی کو نہیں پہچانا۔ جس نے ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا اُس سے واقفیت نہیں ہے کہ فردِ محشر جس کی بارگاہ میں جانے کی ضرورت پیش آئے گی۔ جس کی شفاعت کی ضرورت پیش آئے گی۔ اُس کی عظمت کا اندازہ نہیں ہے۔ اُس کے حسن و جمال کی خبر نہیں ہے۔ اُس کے حُسنِ مقال کی خبر نہیں ہے۔ اُس کے کمالات، اُس کے کرم اور اُس کی شفاعت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ سنا ہے کوئی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں ٹھیک ہیں اور ہم مانتے ہیں، بات ختم ہو گئی!۔

میں حیران ہوتا ہوں کہ نکاح کے وقت علماء اُس سے چھ کلمے پڑھواتے ہیں۔ کیا وہ پہلے مسلمان نہیں ہے اور اگر نہیں ہے تو اُس وقت کلمے دہرانے سے ہو جائے گا۔ اُسے تو ان کلموں کا مفہوم بھی نہیں آتا، اُسے پتہ ہی نہیں کہ آپ اُس سے کیا کہلوا رہے ہیں؟ پھر یا تو اُس پہ وضاحت کریں کہ اس کلمے کا معنیٰ یہ ہے اور یہ کلمہ پڑھنے سے تم میں یہ تبدیلی آ جائے گی۔ پھر اُس کے بعد تمہیں یہ بات ماننی ہو گی۔ تمہیں اللہ کی اللہ کے حبیب ﷺ کی اطاعت کرنا ہو گی۔ تم پر نماز فرض ہو جائے گی۔ روزہ فرض ہو جائے گا۔ تم پر حلال حرام کی پابندی فرض ہو جائے گی۔ پتہ نہیں یہ ساری باتیں اُسے کیوں نہیں بتاتے! اگر آپ اُسے مسلمان کر رہے ہیں تو پھر تو یہ ساری باتیں بھی اُسے بتائیں اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ پہلے سے مسلمان ہے تو پھر نئے سرے سے کلمے پڑھوانے کی کیا ضرورت ہے؟ یعنی ہمارا قومی المیہ یہ ہے کہ اگر ہمارے مسلمان ہونے کی ضرورت پیش آئے۔ نکاح کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔ کسی مسلم بچی کا غیر مسلم سے تو نکاح نہیں ہوتا۔ مسلمان ہونا شرط ہے! مولوی صاحب اُس وقت ہمیں محراب میں بٹھا کر کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت اور کلمہ تمجید پڑھا رہے ہیں۔ ہمیں گویا اُس وقت مسلمان بنایا جا رہا ہے تو پھر اُس کو اسلام کے دیگر لوازمات بھی بتاؤ۔ اُس کی مرضی کرے قبول کرے نہ مرضی ہو نہ کرے۔ چونکہ اسلام تو مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایسا کیوں ہے؟ اسلئے کہ نہ ہمیں اپنے مسلمان ہونے کا یقین ہے اور نہ ہمارے مولوی کو ہم پر اعتبار ہے کہ یہ مسلمان بھی ہے۔ بھئی اتنا ناپختہ اسلام کیوں ہے؟ اتنا کچا اسلام کیوں ہے؟ کوڑیوں کے مول بک جاتا ہے۔ چند لقموں کے لئے چند حرام لقمے ہم کھا لیتے ہیں اسلام کی پرواہ نہیں کرتے۔ چھوٹے سے مفادات کے لئے ہم بک جاتے ہیں۔ کیوں بک جاتے ہیں؟ ساری عزت، ساری آنرز، سارا رعب و دبدبہ، سارے نعرے، سارے جلسے جلوس، چند کوڑیوں کے عوض بک جاتے ہیں۔ سارے کا سارا اسلام او جی یہ ایسا نہ ہو گا تو کفر ہو گا تھوڑی سی کوئی دال روٹی ملتی ہے تو پھر کہتے ہیں خیر

ہے اس سے گزارہ ہو جائے گا یہ بھی اسلام ہی ہے۔ یہ ساری بات کیوں ہے؟ اور بڑی عجیب بات ہے ہماری توقعات یہ ہوتی ہیں کہ ہم پر اللہ کی وہ رحمت نازل ہونی چاہئے جو خلفائے راشدین پہ ہوتی تھی۔ ہم پر اللہ کا وہ کرم ہونا چاہئے جو صحابہ کبار رضوان اللہ تعالےٰ علیھم اجمعین پہ ہوتا تھا اور ایمان کی حالت یہ ہے کہ نہ ہم نے اللہ کو پہچانا' نہ اللہ کے حبیب ﷺ کو پہچانا اور روایتی مسلمان لوگوں سے صرف سنا ہے۔ ہوں گے چلو ہم بھی مان لیتے ہیں۔ بس بات ختم ہو گئی۔ اور مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پہ ہوتی ہے کہ ہم نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں' حج بھی کر آتے ہیں' روزے بھی رکھ لیتے ہیں' اس کے بعد بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے۔ کتنے دکاندار ہیں جو شاید ہر سال حج کرتے ہوں گے۔ لیکن اُن پہ اعتبار نہیں ہوتا کہ جو نرخ بتا رہا ہے وہ صحیح ہوگا!۔ اس کا مطلب ہے ہم عبادات کو مسلمانی کو ایک روٹین ورک بناتے ہیں۔ ایک عادت بناتے ہیں ایک عادت ہے۔ جو ہم پوری کر لیتے ہیں لیکن وہ بات جس کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس پر غور نہیں کرتے! کعبے میں کیوں آئے۔ اس لئے کہ ایسا کیا تھا محمد رسول اللہ ﷺ نے، کیوں کعبے کے پتھروں کو دیکھے۔ چند پتھروں کی دیوار ہے' کمرہ بنا ہوا ہے لیکن وہ پتھر محض پتھر نہیں ہیں اُن پتھروں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ حجر اسود کے سامنے فاروق اعظمؓ کھڑے فرمانے لگے میں جانتا ہوں تو پتھر ہے پتھر کو چومنے کی کیا ضرورت ہے؟ تجھے میں بوسہ نہیں دیتا۔ میں اُس بوسے کو بوسہ دوں گا جو میرے محبوب نے تجھے بوسہ دیا میں تو وہ لب چومنا چاہتا ہوں جن لبوں نے تجھے چوما ہے۔ اگر تو بیت اللہ جانے کی کیفیت یہ ہو پھر تو زندگی بدل جائے۔ ہم کیوں سجدے کریں؟ کیوں سردی میں وضو کریں؟ کیوں اٹھیں گرم بستر سے؟ اس لئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا ہے۔ جب ہم آپ ﷺ کے چاہنے والے ہیں تو ہمیں ویسا ہی کرنا ہوگا جیسا آپ ﷺ نے کیا اور کرنے کا حکم دیا۔ پھر تو نماز بن جائے گی۔ صلوۃ بن جائے گی اور قرآن کریم کہتا ہے۔

ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر. صلوۃ برائیوں اور بے حیائیوں سے روک دیتی ہے تب روکتی ہے جب ہم صلوۃ اتباع محمد رسول اللہ ﷺ میں پڑھیں اور عادتاً پڑھیں گے سود بھی کھائیں گے۔ نماز بھی پڑھیں گے چوری بھی کریں گے۔ تو گویا محبت کرنے کے دو طریقے تو آئے۔ کہ حالات و واقعات حیات طیبہ ﷺ پڑھیں' جانیں' پہچانیں' اور خود بخود عشق ہو جائے۔ محبت ہو جائے۔ پڑھ نہیں سکتے علماء سے جاننے والوں سے سنیں۔ دنیا بھر کی باتیں ہم سنتے ہیں۔ کسی سے ہم یہ بھی کہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات سناؤ۔ ہم جس سے ملتے ہیں اُس سے کہتے ہیں اچھا اور سناؤ۔ بھئی! اور کیا سنائے گا وہ ہیر سنائے گا اور تمہیں سیف الموک سنائے گا۔ آپ خیریت سے ہیں۔ گھر میں خیریت ہے۔ اچھا اور سناؤ اور کیا سنائے گا۔ کبھی کسی سے یہ بھی "کہو" مجھے محمد رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات سناؤ۔ یہ جو اور سناؤ ہے اور کی بجائے ہم کہہ دیں کہ مجھے کوئی حضور اکرم ﷺ کی بات سنا دو اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ نے جو حکم دیا ہے صلوۃ والسلام کا ان اللہ وملئکتہ' یصلّون علی النبی. اللہ ہر وقت اپنی رحمت بھیجتا رہتا ہے نبی کریم ﷺ پر۔ اللہ کے فرشتے ہر لحہ نزول رحمت کی طلب کرتے ہیں' محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے۔ یا یھا الذین امنوا. اے وہ لوگو! جنہیں ایمان نصیب ہوا ہے۔

صلوا علیہ وسلمو ا تسلیماً. تم بھی آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجتے رہو۔ اور یہ ایسا صیغہ ہے۔ ایسا امر ہے جس میں دوام ہے۔ یہ نہیں کہ ایک بار بھیجو چھٹی ہو گئی۔ دو بار بھیجو بس ہو گیا۔ پچاس بار بھیجو۔ نہیں' بھیجتے ہی رہو۔ پھر تیسرا طریقہ یہ ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے' درود شریف پڑھتے رہو۔ حضور اکرم ﷺ کی سب سے

زیادہ باتیں جو بتاتا ہے وہ ہے قرآن کریم۔

حضرت عائشہ الصدیقہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ ﷺ کے بارے کچھ باتیں بتائیے۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ' آپ ﷺ کے عادات وخصائل' آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ فرمایا۔ کان خلقہ' القرآن. قرآن پڑھو جو کہتا ہے حضور ﷺ ہی کے خصائل بیان کرتا ہے۔ جہاں سے قرآن روکتا ہے وہ باتیں جن سے آپ ﷺ منع کرتے تھے اور خود نہیں کیا کرتے تھے اور جو کرنے کا حکم دیتا ہے وہ وہ باتیں ہیں جو حضور ﷺ کیا کرتے تھے۔ ساری سیرت طیبہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ پھر حدیث پاک کا ذخیرہ سارے وہ زرو جواہر اور وہ موتی ہیں جو لب ہائے مبارک رسول اللہ ﷺ سے نکلے ہیں۔ اگر روزانہ ایک حدیث پڑھنے کا طریقہ بھی اختیار کر لیا جائے تو محبت ہو جاتی ہے۔ قرآن کو روزانہ پڑھنے کا وظیفہ بنالیا جائے۔ تھوڑا پڑھ لے لیکن پڑھے سہی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ درود شریف کو چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے' ہر حال میں پڑھنے کا وظیفہ بنالیا جائے تو محبت ہو جاتی ہے اور محبت جب تک اُس درجے میں نہ پہنچے کہ ساری دنیا چھوڑنی پڑے تو چھوڑ دے۔ جان دینی پڑے تو دے دے' گھر لٹانا پڑے تو لٹا دے' عزت وآبرو جاتی ہے تو جائے لیکن دامان محمد رسول اللہ ﷺ ہاتھ سے نہ جائے تب تک آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم مومن نہیں ہو سکتے۔

لا یومن احدکم . تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا.
حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ ولناس اجمعین.
ماں باپ اولاد دنیا کے ہر فرد و بشر سے جب تک میں محمد رسول اللہ ﷺ اُسے سب سے پیارا نہ ہو جاؤں۔ لوگو! ہم نے نفرتیں سیکھی ہیں ہمیں نفرتیں ہیں۔ ہر ایک سے نفرت' اپنوں سے نفرت' بیگانوں سے نفرت' اپنی ذات تک سے بھی نفرت' محبتیں سیکھو۔ دلوں میں محبتیں پیدا کرو اللہ سے اللہ کے حبیب ﷺ سے اللہ کے دین سے جب محبت ہو گی تو ہر ہر کام اپنی جداگانہ لذت دے گا۔ محبت نہیں ہو گی تو ایک معمول کا کام ہے جو ہوتا رہے گا اور اللہ سے محبت مانگا بھی کرو۔ اللہ کریم ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما کر ہمیں اپنی اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطا فرمائے۔ آمین

............☆☆☆..................

اِنا للہ وانا الیہ راجعون

☆......خوشاب سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی سعی محمد انتقال کر گئے ہیں۔

☆......جوہر آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ملک محمد عمر کے بھائی محمد ناصر وفات پا گئے ہیں۔

☆......چکوال کے ساتھی محمد اشرف پھوٹا کے والد وفات پا گئے ہیں۔

☆......بکھر بار سرگودھا کے ساتھی حوالدار محمد شفیق کے سُسر حاجی محمد عبداللہ انتقال کر گئے ہیں۔

☆......گوجرانوالہ کے ساتھی محمد نواز کے والد وفات پا گئے ہیں۔

☆......ستراہ سیالکوٹ کے ساتھی محمد ذوالفقار کے والد وفات پا گئے ہیں۔

☆......گوجرانوالہ کے ساتھی غلام حسین جانباز وفات پا گئے ہیں۔

☆......گجرات کے ساتھی میاں محمد شفاء کی پوتی اور محمد نوید ربانی کی بیٹی وفات پا گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔

ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

دعا کا سلیقہ

''دعا یہ ہوتی ہے کہ اس کے لئے جو وسائل آپ کے اختیار میں ہیں' وہ اختیار کریں اور پھر خلوص کے ساتھ اپنا عجز اپنی بیکسی اللہ کے حضور ظاہر کر دیں کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا آپ ہی کر سکتے ہیں۔ دعا کا سلیقہ یہ ہے کہ تعمیل ارشاد کے لئے اپنی کوشش پوری کی جائے اور اپنی کوشش پوری کرنے کے بعد یہ عرض کیا جائے کہ بار الٰہی مجھے پتہ ہے میں عاجز ہوں' مجھ سے یا میری کوششوں سے نہیں ہوگا کرنا آپ ہی کو ہے' یہ جو میں نے اسباب اختیار کئے ہیں' یہ بھی آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے' آپ کی اطاعت کے لئے کئے ہیں' آپ کا کام ہے کہ آپ میرا مقصد حل فرما دیں۔''

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پُل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-2667571

اہل ایمان کا باہمی تعلق

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم مراۃ اخیہ (ترندی)

حسن اخلاق، انسانیت کا شرف اور انسان کے کمال کی دلیل ہے جہاں مختلف طبائع اور مختلف مزاج کے لوگ مل جل کر رہتے ہوں اس معاشرے میں زندگی بسر کرتے ہوئے انسان کا حسن اخلاق کی معراج تک پہنچنا بڑے مجاہدے کا کام ہے اور اس کے بغیر کسی معاشرے میں پر امن اور پرسکون زندگی کی برکات کا حصول ممکن بھی نہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثالی معاشرہ قائم کرنے کے لئے ایسی جامع اور قیمتی ہدایات دی ہیں کہ ان کے علاوہ کسی اور جگہ سے رہنمائی حاصل کرنے کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

حسن اخلاق کا وصف اپنے اندر پیدا کرنے میں ایک دقت یہ بھی پیش آتی ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں اور اپنے عیوب سے واقف نہیں ہوتا جب تک اُسے خود اس کی فکر نہ ہو۔ پھر دنیا میں کوئی ایسا انسان مشکل ہی سے ملے گا جس کی سیرت میں کسی قسم کی کوئی خامی یا نقص نہ ہو صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی ذات اس سے مستثنیٰ ہے اور ایسا انسان بھی یقیناً نہیں ملے گا جس میں سرے سے کوئی خوبی نہ ہو کسی کا قول ہے۔

من ذالذی ماساء قط و من لہ الحسنٰی فقط

جب انسان اپنے عیوب سے کما حقہٗ واقف نہیں ہو سکتا تو اس کے اصلاح کے لئے اس کا کوئی ہمدرد اور مشفق مشیر لازماً چاہیے جو نہایت دیانتداری سے خیر خواہی کے جذبے سے اس کی کمزوریوں کی نشاندہی کرتا رہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں ایک جملے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضرورت کے پورا کرنے کی تدبیر ارشاد فرمائی ہے۔ اسے محض ایک تشبیہ ہی نہ سمجھا جائے بلکہ چند الفاظ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقائق کے سمندر سمو دیئے ہیں۔

اب ذرا انسان اور آئینے کے باہمی تعلق کا تجزیہ کیجئے۔

انسان میں یہ احساس موجود ہوتا ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے اپنا چہرہ نہیں دیکھ سکتا اس لئے مجھے ایسے مشیر کی ضرورت ہے جو مجھے اپنے چہرے کے حسن و قبح کے متعلق صحیح صحیح بلا لحاظ نشاندہی کرے اس غرض سے انسان کی نگہ انتخاب آئینہ پر پڑتی ہے۔

☆......انسان کو آئینے کی رائے پر کامل اعتماد ہوتا ہے اس لئے اس کی رائے سے کبھی اختلاف نہیں کرتا۔

☆......آئینہ مشورہ دینے میں نہایت دیانتداری سے کام

لیتا ہے نہ کوئی عیب چھپاتا ہے نہ کسی عیب کے بتانے میں مبالغہ سے کام لیتا ہے۔

☆......آئینہ ایسا مخلص مشیر ہے کہ چپکے سے عیب بتا دیتا ہے نہ شور مچاتا ہے نہ اس کی تشہیر کرتا ہے۔

☆......آئینہ اپنی رائے صرف اسی کو دیتا ہے جو اس سے مشورہ طلب کرے کوئی شخص خواہ کیسا ہی بدشکل ہو اور ایک نہیں ہزاروں ہوں جب تک اس سے پوچھا نہ جائے عیب چینی کا مشغلہ اختیار نہیں کرتا

☆......آئینہ کی رائے معلوم کر کے انسان کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ اپنی اصلاح کی انتہائی کوشش کرتا ہے یہ کبھی نہیں ہوتا کہ انسان آئینہ کو کوسنے لگے اور اسے اپنا دشمن سمجھنا شروع کر دے۔

☆......خلوص اور دیانتداری کے ساتھ عیب بتانے کی خصوصیت چونکہ صرف آئینے میں پائی جاتی ہے صرف اس جنس سے مشیر کا کام لیا جاتا ہے کیونکہ اس کا سینہ صاف ہوتا ہے۔

ان حقائق کو صحیح اسلامی معاشرے میں افراد کے باہمی تعلقات کے سلسلے میں کیونکر منطبق کیا جا سکتا ہے!

ایک مسلمان کو اس کی کمزوریاں اور نقائص، دیانتداری اور خلوص سے صرف ایک مسلمان ہی بتا سکتا ہے کیونکہ بنیادی عقائد دونوں میں مشترک ہوتے ہیں کسی تعصب اور جانبداری کا احتمال نہیں ہوتا۔

مسلمان میں یہ احساس موجود ہونا چاہئے کہ میں نہ تو نقاص سے پاک ہوں نہ اپنے عیوب سے کماحقہ واقف ہوں اس لئے مجھے اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ یہ احساس ایسی دولت ہے کہ انسان اس عظمت کو پا لیتا ہے جس کی بشارت لسان نبوت سے یوں دی گئی ہے۔

طوبیٰ لمن شغله عیبه عن عیوب الناس اور کما **قال علیہ السلام** کہ خوش قسمت ہے وہ انسان جو اپنے عیوب کی تلاش میں اتنا مصروف ہو کہ اسے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کی فرصت ہی نہ ملے۔

بات احساس تک ہی محدود نہیں رہنی چاہئے بلکہ عملی اقدام کی ہمت کرنی چاہئے وہ یوں کہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے اپنی اصلاح کی خاطر مشورہ لینا چاہیے اگر وہ مشیر پورے خلوص اور دیانتداری سے مشورہ دے تو اس کا مشورہ قبول کر کے اپنی اصلاح کی عملی تدبیر کرنی چاہئے یہ نہیں کہ الٹا اس سے الجھنا شروع کر دے۔

مشورہ دینے والے کا فرض ہے کہ صحیح صحیح مشورہ دے پورے خلوص اور دلسوزی سے اسے کمزوریوں سے آگاہ کرے۔ مبالغہ اور جانبداری سے بچے۔

مشیر کا دوسرا فرض یہ ہے کہ تنہائی میں چپکے سے پوچھنے والے کی کمزوریوں کی نشاندہی کرے اسے بدنام کرنے یا رسوا کرنے کے لئے اس کی تشہیر کرنے کا شغل اختیار نہ کرے۔

مشیر کا تیسرا فرض یہ ہے کہ اس کے پیچھے نہ پڑ جائے اور اگر پوچھنے والا اپنی اصلاح میں غفلت کرتا ہے تو مشیر یہ نہ سمجھے

کہ میری توہین ہوگئی میری رائے کو درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔

انسانی زندگی میں ایسے مواقع بھی آجاتے ہیں کہ پوچھنے والا پوچھنے کی ضرورت سے بھی بے خبر ہوتا ہے مگر چونکہ مسلمان بھائی اس کا خیر خواہ ہے اس لئے پوچھے بغیر بھی بتا دے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی بلکہ بتانا ضروری ہوتا ہے مثلاً کسی آدمی کے کپڑوں میں بچھو گھس گیا اسے اس کی خبر نہیں دوسرا بھائی اسے دیکھ رہا ہے تو کیا یہ درست ہوگا کہ اس انتظار میں بیٹھا رہے کہ پوچھے گا تو بتا دوں گا یا اس کا فرض یہ ہے کہ فوراً اسے مطلع کرے کہ تمہارے لباس میں بچھو گھس گیا ہے پھر اس اطلاع کے بعد کیا اس شخص کے لئے یہ مناسب ہوگا کہ بتانے والے کے گلے پڑ جائے یا یہ ضروری ہوگا کہ بچھو کو اپنے لباس سے دور کرنے میں جلدی کرے اور بتانے والے کا شکر گزار ہو۔ رذائل یا اخلاقی بیماریاں مثلاً تکبر' ریا' حسد اور غیبت وغیرہ تو بچھو سے بھی زیادہ خطرناک بچھو کے ڈنگ مارنے سے جو تکلیف یا درد ہوگا وہ تو ایک دو دن کے بعد ذہن سے بھی محو ہو جاتا ہے مگر اخلاقی بیماریاں تو قبر میں بھی آرام نہیں لینے دیں گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر سے جملے میں اپنی اصلاح اور معاشرے میں باہمی اخوت' اتحاد اور اتفاق کا وہ سبق دیا ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو کر انفرادی اور اجتماعی زندگی کا وہ نقشہ بنتا ہے کہ اس کا تصور ہی بڑا پُر کیف اور پر کشش معلوم ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں ہم اپنا جائزہ لیں تو اپنی دنیا ہی بدلی ہوئی نظر آتی ہے مسلمانوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو بھلا کر اپنی بے راہروی' بے چینی اور بدامنی کا خود سامان کر لیا ہے بات بھلا دینے تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ اس کی مخالفت اور بڑی بے باکی سے اس کی مخالفت کرنا اکثر مسلمانوں نے اپنا شعار بنا لیا ہے۔

اول تو ہمیں عیب ڈھونڈنے اور اپنی اصلاح کرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا اس کے برعکس دوسروں کے عیب کرید کرید کر تلاش کرنے کا جنون سوار ہو گیا ہے دوئم جس کا عیب معلوم ہو جائے اس کو آگاہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی بلکہ دوسروں میں اس کے عیوب کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اس سے اصلاح کا خیال کیسے ہو سکتا ہے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی رسوائی ہو تذلیل ہو تحقیر ہو۔

سوئم۔ دوسروں کے حقیقی عیب بلکہ فرضی عیب سٹیجوں پہ منبروں پر اور پریس کے ذریعے یوں پھیلائے جاتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ جب مسلمانوں کی سوچ اور عملی زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے کوتاہی اس حد تک ہو تو اخلاقی اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے اور معاشرے میں امن وسکون کی فضا کیسے پیدا ہو۔

..........☆☆☆..........

سلسلہ وار.........

فرض کی بجا آوری اور مشن کی تکمیل میں جہاں نوردی کے دوران امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ' کی نگاہ بصیرت نے کیا دیکھا؟ اچھوتے قلم نے کیسے بیان کیا؟............

پیش خدمت ہے' سفرنامہ

قسط نمبر 14

''غبار راہ''

دوبئی کا ہوئی اڈہ بہت خوبصورت ہے' بلند و بالا عمارت رات کو چکا چوند اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے لوگ' باہر نکلو تو موٹروں کی قطاریں' کھلی اور روشن سڑکیں' لوگوں کے سکون کا پتہ دیتی ہیں' نہ چوری کا ڈر نہ جھگڑے کا خوف۔ ہر کوئی اپنے کام سے مطلب رکھتا ہے' دراصل عرب کا خطہ آج بھی پوری دنیا کا پر امن ترین خطہ ہے۔ بہرحال سب سے پہلے عظمت کے بارے پوچھا' پتہ چلا کہ اوپر تک درخواست کر چکے ہیں مگر صاف انکار کر دیا گیا ہے وجہ؟ آخر چند روز کے وزٹ ویزے سے انکار کیوں؟ تو پتہ چلا کہ پیشہ کی جگہ ''ایگریکلچرسٹ'' لکھا تھا جس کا ترجمہ یہاں مزرعہ کرتے ہیں اور مراد وہ مزدور لیتے ہیں جو سڑکوں پہ لگے ہوئے ہیں پودوں کو کھاد پانی دیتے ہیں لہٰذا ایسے کم آمدنی کے فرد کو سیر کی کیا سوجھی یقیناً نوکری یا مزدوری کی تلاش میں ہوگا یہاں ہمارے ملک کی طرح کی زراعت کا تو کوئی تصور نہیں لہٰذا انکار کر دیا اور جو کہہ گزرتے ہیں اسے سمجھانے پہ اصرار کرتے ہیں سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ بادشاہت کا اثر نیچے تک ہے۔ چلو بھئی! اب انہیں فون کر دو کہ ۱۹ کو اُسی جہاز میں آجائیں جو لندن جا رہا ہوگا اور ہم دوبئی سے اس میں سوار ہو جائیں گے۔ دن ابوظہبی کے مرکز ذکر میں بسر ہوا مغرب کے بعد بیان تھا جس میں سورۃ اعراف کی آیات ۳۱ تا ۳۳ کا مفہوم بیان ہوا جو اس طرح شروع ہوتی ہیں۔

''اے اولاد آدم! ہر نماز کے وقت مناسب اور اچھا لباس پہنو اور کھاؤ پیو' مگر ضائع نہ کرو کہ اللہ ضائع کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتے۔''

اسلام ایک عالمگیریت مذہب ہے تمام ممالک جملہ اقوام اور سب زمانوں کیلئے ہے لہٰذا خطاب ہی اولاد آدم کو فرمایا اور انداز ایسا کہ ہر نماز کے لئے لباس کم از کم معقول ضرور ہو' یعنی آدمیت کی ضرورت عبادت ہے اور لباس محض آرائش یا نمائش کے لئے نہیں' بلکہ انسان کی وہ زینت ہے جو اسے بارگاہ الوہیت کی حاضری میں اختیار کرنی چاہئے اس سے اس بات کی اصلاح از خود ہوگئی کہ حیثیت سے بڑھ کر اور محض لوگوں پر اپنی برتری جتانے کے لئے لباس نہ بنایا جائے بلکہ اس سے بھی اللہ کی رضا مقصود ہو جب یہ بات ہے تو یقیناً مرد و عورت کا لباس شرعی تقاضے بھی پورے کرنے والا ہوگا نیز ہر آدمی کی اپنی حیثیت کے مطابق ہوگا کہ امیر بخل کر کے سستا لباس نہ پہنے اور غریب محض اظہار شوکت کے لئے اُدھار نہ لیتا پھرے بلکہ سب کی نگاہ اس ذات کو راضی کرنے پہ لگی ہو جو سب کی مالک ہے' نیز فرمایا کھاؤ' پیو کہ سب نعمتیں تمہارے ہی لئے ہیں مگر

یعنی صاف ستھری زندگی' جدوجہد سے بھرپور مگر شرعی حدود کے اندر اور رواجات سے بالاتر' اللہ کے حکم کے مطابق بسر کرنا اسلام ہے اللہ ہمیں اس کی توفیق دے' آمین۔

بیان تو ذرا مفصل تھا' بہر حال خلاصہ یہی تھا' عشاء کے بعد ذکر کی مجلس ہوئی کھانا کھایا اور ذرا پیدل چلنے کے لئے ساحل سمندر پر چلے گئے ابوظہبی کا شہر سمندر کے کنارے بلکہ آدھا نیا شہر تو سمندر سے زمین چھین کر بنایا گیا ہے۔ عجمان اور راس الخیمہ سے بڑی بڑی کشتیوں پر بہت بڑے بڑے پتھر لا کر سمندر کو پاٹ دیا اور اوپر عمارتیں' بازار اور سڑکیں خوبصورتی کے ساتھ سجا دی گئی ہیں۔ ایک ایک پتھر یہاں پہنچتے پہنچتے' پانچ پانچ صد درہم کا پڑتا ہے یعنی پچیس سو پاکستانی روپے کا اور کنار سمندر کو بہت خوبصورتی کے ساتھ سجایا گیا ہے۔ روشنیوں کی چکا چوند میں رنگ برنگے پھولوں کی بہار' فوارے اور پارک میلوں میں پھیلے ہوئے ہیں ایک سڑک کئی میل اندر تک سمندر میں لے جاتی ہے جس پر رات کو بہت رونق ہوتی ہے روشن' کھلی اور صاف دو رویہ سڑک جس کے دونوں جانب گہرا سمندر جھاگ اُڑاتا رہتا ہے جس میں چھوٹی سے لے کر شارک تک مچھلیاں موجود اور تہہ میں قیمتی موتی اور پتھر ہیں جو یہاں کے مقامی بدو نکالتے رہتے ہیں' جو بغیر آکسیجن سلنڈر کے آدھ گھنٹہ تک زیر آب رہ سکتے ہیں۔

ہم گاڑی کھڑی کر کے تقریباً تین میل تک اس پر پیدل چلے گئے۔ باتوں باتوں میں رمضان المبارک کا تذکرہ آیا تو پوچھ لیا کہ یہاں روزہ خور سے کیا سلوک کرتے ہیں؟ پتہ چلا کہ رمضان کا پورا مہینہ اگر کوئی بھی کھاتا پیتا نظر آئے تو اُسے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا جاتا ہے جہاں سارا رمضان اُسے حکماً روزے رکھنا پڑتے ہیں۔ عید کے روز سر مونڈ کر دس درہم کرایہ بھی دیتے ہیں' چلو اب گھر جاؤ! اور اس میں مسلمان ہندو سکھ سب کے ساتھ ایک ہی برتاؤ کیا جاتا ہے لہذا کوئی بھی احترام رمضان میں خلل ڈالنے کی جرات نہیں کرتا۔ ویسے جب کوئی سکھ پکڑا جاتا ہوگا تو واقعی بڑا مزہ آتا ہوگا کہ بیچارہ روزے بھی رکھے اور سر بھی منڈوائے یوں گپ شپ کرتے رات ساڑھے بارہ بجے واپس پہنچے اور آرام کیا علی الصبح ذکر اور آج کا دن خواتین کا اجتماع تھا جو اب تمام ہو چکا ہے۔

ماهنامه المرشد کی

سالانه ممبر شپ

جو احباب ماہنامہ المرشد کے سالانہ خریدار بننا چاہیں وہ بذریعہ منی آرڈر درج ذیل ایڈریس پر مبلغ =/250 روپے روانہ کریں۔

دفتر ماهنامه المرشد

اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن

ٹاؤن شپ لاہور فون 042-5182727

(**نوٹ**) درج بالا ایڈریس کے علاوہ کسی اور جگہ روپے بھجوانے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

اطمینان

دل کو روشن رکھنے کے لئے اللہ کا قرب تلاش کرنے کے لئے' معاشرے میں مفید ہونے کے لئے اللہ کی مدد درکار ہوتی ہے۔ وہ مدد حاصل کرنے کے لئے اللہ کی رحمت درکار ہوتی ہے۔ وہ رحمت حاصل کرنے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی تائید درکار ہوتی ہے۔ وہ تائید' وہ برکات' وہ توجہ حاصل کرنے کے لئے عبادت کی جاتی ہے۔ عبادت کی نقد اجرت یہ ہے کہ جب آپ عبادت کریں' جب آپ ذکر کریں' جب آپ تلاوت کریں' جب آپ درود پڑھیں' جب آپ تسبیحات پڑھیں' جب آپ مراقبات کریں تو دل میں ایک جرات رندانہ' ایک احساس' ایک شعور پیدا ہو کہ میں معاشرے میں کیا مثبت کردار ادا کر سکتا ہوں' کون سا ظلم ہے جو میں روک سکتا ہوں ورنہ کم از کم اپنے آپ کو تو ظلم سے روک لوں۔

"امیر محمد اکرم اعوان"

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو کے ہوزری پل کوریاں' سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2664028 041-2665971

completely reassured by the quality of goods produced by non-Muslims. A medicine produced in a non-Muslim country contains pure and correct ingredients, but the same medicine produced in our Muslim country contains neither of the two - is this Islam? You may argue that this is the conduct of those people who neither offer Salah nor do Zikr. My question is why don't pious people, who do both, enter practical life to end the monopoly of bad people and restrain them from spreading evil. Normally you complain that the bus drivers do not halt for Salah. My question is why don't you learn to drive yourself? You should adhere to your worship as well as drive a bus. Whenever prayer time starts, you can stop at an appropriate spot and invite the passengers to pray along with you. How can good prevail, if good people don't try to replace bad people in every field of practical life? If you choose not to take your piety to real life, why should you expect the angels to come and put things right for you? I recommend that you should learn all of the business of practical life, teach it to your children and send them as strong practising Muslims to contribute positively in all spheres of life. Our problem is that a Muslim who imparts worldly education to his children, doesn't teach them religion. As a result, they emerge as the elite, no doubt, but of secular thought and conduct. On the other hand, a father who imparts religious education to his children, who wants to protect them from the evil effects of modern secular knowledge, as a result, he has to remain content by decrying the secular elite that keeps ruling them throughout their lives.

For **Allah**'s sake, take stock of yourselves. You are the real asset of humanity. Muslims have the potential to hold mankind. But, if Muslims go astray themselves, the rest of humanity has no chance of survival. You are the best of nations raised for mankind, you have been created to guide humanity. All guidance, peace, satisfaction and justice required by humanity, can only be provided by you. However, if you can't even write your name, how will you guide others - isn't this criminal neglect? Revolutions are not initiated by words alone. The most difficult task is to bring about a positive change. Mischief and destruction are not difficult jobs. Instigate people with 'hot words', give them weapons and just ask them to loot a bank and cause destruction; they will comply without question. How did the Khawarij gain strength? Their only strength was in their slogan: 'It is lawful to kill people, loot their wealth and take their women'. For this reason, all bandits happily joined their ranks and they gained formidable strength. Destruction is not difficult, but one has to devote a whole lifetime, spending every ounce of energy to bring a positive change. One has to learn, teach others and practically prove that his way is superior, easier. more beneficial and peaceful. That is when people may pay attention and adopt his way. That will create some hope of a positive revolution.

قارئین المرشد متوجہ ہوں!

لاہور میں ماہنامہ المرشد اب مارکیٹ سے بھی دستیاب ہے اور ہاکر سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

رابطہ : شفیق نیوز ایجنسی

نوٹ۔ فی الحال یہ سہولت صرف لاہور شہر کیلئے ہے۔

1- میو ہسپتال روڈ اخبار مارکیٹ لاہور

042-7236688-Mob:0300-9477121

superior war strategy of Muslims. No general of today would dare to cross the vast deserts, even with modern mobility that the Companions crossed on horseback. The blazing oceans of sand, spanning four hundred miles, don't favour the existence of life in their roasting temperatures. The adventurers, who try to drive through these deserts, carry eight extra tyres for their vehicles. The burning sand doesn't puncture their tyres but actually melts them. When they manage to cross through, their vehicles are usually running on naked rims because their tyres are burnt en route. The Companions crossed these deserts within a fortnight, while the jeeps of today take much longer.

My brother, our personal weaknesses are contributing towards the weakening of Islam, because we are its representatives. A weak Muslim will mean a weak Islam. The religion will not be recognised and respected if its followers fail to keep pace with modern technology and advancement. Nobody will acknowledge the greatness of Islam if you fail to present better alternatives to solve present day problems. You will have to acquire modern knowledge with the same sincerity and devotion, with which you pray and do **Allah**'s Zikr. Your effort to learn, with the intent to glorify and serve Islam, will certainly be graded as worship of a high order, second only to the Far<u>dh</u> (obligatory) worship. If one Muslim offers Nafal (extra) Salah for one hour, whilst the other, after his Far<u>dh</u> (obligatory) Salah, devotes the remaining time to learn modern knowledge with the intention to serve Islam and contest Kufr, then the first Muslim will get the reward for Nafal Salah only, while the second would get the reward of Jihad. Don't disgrace Islam, don't make it weak and subservient. Strive for its respect and honour. Become its sharp intellect, clear sight and strong arms. Acquire modern knowledge and use it to serve the cause of Islam. During one of my visits abroad, I learned about an education system recently introduced in the USA which significantly increases the IQ and memory of children, I immediately ordered one package for our school. If a non-believer can learn faster, why should Muslim children lag behind? We are also introducing the computer into our Academy. We may be able to educate our children to understand, use and ultimately design such modern machines. Try to keep abreast with modern knowledge and technology. It becomes a Jihad if undertaken to serve the religion. Don't feel satisfied that we have fulfilled our religious obligations by offering Salah only. Our Salah is the means to establish our personal relationship with **Allah**, it doesn't glorify Islam in any way. How should the effect of this relationship be reflected in our lives? As a rule, a person who claims a stronger relationship should be a better person with a greater potential to work for Islam. May **Allah** make everyone who offers Salah a better, practical Muslim than the one who doesn't and may every Muslim acquire greater knowledge than a Kafir!

See this point from another angle. Some of the worst enemies of Islam, those who left no stone unturned to efface Islam, were taken prisoners during the battle of Badar. Those who were wealthy paid a ransom and were set free. The holy Prophet-SAW decided for the remaining, who didn't possess anything, that each educated prisoner should teach ten Muslim children as his ransom. That was a time when the Kafirs were instigating and mobilising the whole of Arabia to wipe out Islam. Had the prisoners been put to the sword, it would have reduced the enemy strength by that much. But the holy Prophet-SAW preferred the education of Muslim children over the risk of continued insidious enmity by the freed prisoners. If that was the decision of the holy Prophet-SAW under those precarious circumstances, what stops us from acquiring knowledge? This weakness is not only affecting us but it is also causing Islam to woefully lag behind. For this reason, the Muslim Ummah, totalling over two billion, is pathetically subservient to Kufr. When we purchase our locally produced items, we certainly have misgiving about their quality, but we feel

able to respond to the problems of the vast horizons that they traversed, then, who would have believed them and gone along with them? Could they have ushered in the Islamic revolution with the might of their swords? Of course not! They instead, offered an alternate system which was visibly far better, easier to follow, and more peaceful than the systems in vogue, and thus successfully redirected the course of civilizations and nations.

Islam has nothing but flowers in its lap. No system offers as much love, peace and comfort as Islam. We claim this because Islam is our religion. But even non-Muslims have to accept that Islam is a religion of love. Islam's love for humanity revolutionised the concept of warfare and replaced it with Jihad. Previously, wars were fought to annihilate, humiliate and plunder the adversary. Islam forbade all bloodshed and plunder, and ordained Jihad in its place. Jihad doesn't mean destruction of the enemy; it signifies the effort to check the cruel and the oppressor. This effort may start with the word of mouth and may extend to the use of sword; it will continue so long as that evil persists. However, if the oppressor restrains himself, the drawn swords will be returned to their scabbards. Even during the heat of a battle, if a non-believer accepts Islam, the Muslim soldier will put his weapon down and embrace him. This concept doesn't exist anywhere outside Islam. How abounding will be the love of a religion that has replaced hatred with affection, even in its doctrine of warfare? Islam doesn't condemn modern technology but defines its most appropriate and correct usage; but, if you don't learn it, how would you use it for Jihad?

Once, I heard a lecture at Lalamusa about the greatness of the Companions. The audience was large and the scholar was making his point forcefully. However, I could restrain myself no more when he emphasised that enemy strongholds and fortresses fell and the non-believers fled just on hearing Companions' battle cry of '**Allah**-o Akbar!' (**Allah** is the Greatest). I told him that he had either misread or misunderstood. The foundations of this religion were fortified with the bones of the Companions. Their blood was used as water and their flesh as cement to raise this building. Some of them sustained as many as a hundred and twenty wounds to their bodies. Yes, their speech had a great effect; **Allah** was also with them, but they had to endure many difficult trials. Drop the notion that walls collapsed on their shouts only; no, they knew the real technique of knocking them down by force. Each soldier was a strong Muslim in his practical life. Their strategy of war bewildered the whole world; seasoned generals of centuries old mighty empires, failed to anticipate and understand their battle tactics. A renowned Persian general Rustam, completely frustrated and defeated by their superior strategy, passed a venomous remark against them. What he said was Kufr, but it is permitted to quote such nonsense for the purpose of education. He said, "What sort of a man is this 'Umar? How has he trained the dogs of Arabia? We cannot anticipate or understand their battle moves and formations." I have quoted this sentence because Rustam is considered an esteemed hero in our society. People name their sons after him, and the government has also instituted rewards and titles bearing his name. I wanted to highlight his opinion about Islam, Muslims and the Companions. He was finally killed fighting against Muslims. There is yet another person, Pervaiz, after whom Muslims name their sons and even daughters, while he was the accursed scoundrel who tore the message of the holy Prophet-SAW, spat on it and trampled on it. He was the only one and the most unfortunate person who disrespected the letter of the holy Prophet-SAW. When the holy Prophet-SAW heard of his reaction, he prayed, "Oh **Allah**! Rip his empire into pieces as he has torn my letter." Muslims of today, however, continue to name their children after him. What Rustam said was absolute nonsense, uttered in a state of rage and helplessness but it explicitly highlights his confession of the

The second and more important point which needs to be clearly understood is that everything is lawful in Islam unless otherwise specified. For example, a swine is completely prohibited in Islam. Therefore, its flesh, hide and its trade in any form is also prohibited. That is not the case with arms and ammunition, these are not inherently prohibited. You can use them for Jihad or for mugging or for murder. It is their use that will determine their legality. If a Kafir uses modern technology to propagate his secular ideology and other evils, why can't you use that technology to preach the truth and virtue? Would it be sane to try to eliminate technology from the world? Should you then vacate this field for non-believers? Isn't it a pity, that at a time when nonbelievers are launching satellites to conquer space and claiming to land on the moon, we can't use even the simplest technology? What type of Islam is this and what service are we rendering to our religion? Aren't we a liability and a stigma for Islam? Ignorance and inefficiency are neither virtue nor piety. The real piety and virtue is that whilst you may be capable, you willingly abstain from evil and direct your potential to a noble cause. If you claim that a blind person is very pious because he doesn't look at any evil, it is an absurd claim because the poor man can see nothing even otherwise. Similarly, an old man may become virtuous because he can sin no more; but that is no credit to him. Be strong, but prefer good over bad by the strength of your conviction. The world should respect you and be impressed by your knowledge and strength, but should feel equally reassured and secure that you will never use your strength for an evil cause. To lag behind in knowledge is not Islam. Unfortunately, we have not kept ourselves abreast with the latest knowledge and advancement. In response to our insistence to eliminate usury from the economic system, our Muslim rulers demand an alternate interest-free system, but our scholars have failed to provide a practical, workable substitute. Our demand to implement Shari'ah in the country is similarly repulsed, because we don't adhere to Islam in our practical lives. We prefer to follow our customs and traditions instead of the Sunnah, because we feel that our age old customs earn us greater honour and respect. How can we ask the rulers to enforce an Islam that *we* don't even practise ourselves? If a person cannot implement Islam on his six-foot body, what right does he have to demand its implementation on the whole country?

Why doesn't any positive change begin within us? Why do we exhibit this visible paradox in our claim and conduct? Probably it is because we think that worship alone is the entire Deen. The holy Prophet[SAW] could mend his shoes and stitch his clothes. He brought groceries from the market and helped his noble wives in preparing food. He could do all the routine domestic work with his own hands, even when he was fully committed in his mission to replace the existing systems with the best and most perfect social, economic and political systems in the world. The blessings of his systems benefited the believers and others alike. Even non-believers adopted his principles and brought their countries under the blessed umbrella of Islam.

If you go through the history of this subcontinent, you will find that Muhammad Bin Qasim had landed on the shores of Gawadar with only a few thousand soldiers, but he did not require any reinforcements to conquer the whole country. The natives were greatly impressed by the conduct of Muslims and realised that the Islamic way of life was far better than their own way. They decided to adopt it voluntarily and joined with Muhammad Bin Qasim to spread that Light farther. But, who had given this way of life to the Muslims? It was of course, given by Muhammad[SAW], the Messenger of Allah, and practically implemented by the Righteous Caliphs[RAU]. If however, they were also weak Muslims like us, and didn't carry the Light of a new civilisation with them and were un-

That should satisfy your anxiety. Now sit down and listen to this." Pointing to the drawing on the floor, he continued, "This is the drawing of the catapult currently in use, which is, somehow, not very accurate. If it is modified according to my drawing, I am sure it would become more accurate, longer-ranged and thus more effective." "Strange indeed," murmured the amazed warden; "most probably you will not see the light of dawn tomorrow. Of course, **Allah** can do what **He** likes, but you are likely to be put to the sword before sunrise. Now what are you going to do with this sketch?" The general replied, "You think the whole Ummah is going to die with my death? No! They have to live till the Last Day and I must continue to think for them..Give this drawing to someone who can benefit the Muslim Ummah." That was the level of greatness of the people trained by the Companions. They were the pioneers of civilisation; they changed the entire economic system of the world. Today, we are caught in a web of an economic system spun by usury and interest. We argue that this is the universal financial system and we can neither change it nor escape from it, and if we try, we would isolate ourselves and ruin our international business. But we forget that the same system was in vogue at the dawn of Islam. Didn't the Companions change the entire economic system of the world? You can never change any system by only highlighting its flaws and persuading the people to discard it. No! If you want to change any system, you must offer a much better system as its alternative, and that is exactly what they did. They presented a perfect economic system that heralded unparalleled economic prosperity in the world. It is on record that during their period, the rich and wealthy searched in vain, for the needy and destitute to accept their alms and Zakat. Every member of the society earned enough through labour, service, agriculture or business to suffice his needs. That was the reward and singular success of the system presented by the followers of the holy Prophet[SAW].

The world has used the original ideas and concepts of the Companions to develop modern systems. Look at the mail system, for example. The Muslims had developed a perfect mail system during their time. They had established posts after every fifteen to twenty miles along the entire mail route. Each post held about twenty horses and riders. Each cou. ier was responsible to carry the mailbag at top speed, non-stop to the next post, where another courier was already mounted and waiting. This arrangement delivered the mail to distant destinations within a short time. The Muslim forces, busy in far-flung areas remained in constant communication with the Centre. Those operating in the Persian and Roman theatres could seek instructions from the Centre within one day. Even India was connected with the Centre through this mail courier on horseback.

The whole universe has been designed to serve just one human being and a Muslim is not just a human being, but the real human being. A person who doesn't acquire the Light of Faith is not worthy of being called a human being. What happens if the real human being evades his duty? This complacency stems from a notion that worship alone constitutes the whole Deen. After prayers, a Muslim feels satisfied and relieved of his religious obligations: that is a slipshod Islam. The real Islam expects you to fly the most modern aircraft after completing your prayers and also pioneer the latest technological research and development. After all, why can't a Muslim invent new things like a non-Muslim can? The intelligence quotient of a non-Muslim is decidedly lower than that of a Muslim. It is because the Light of Faith not only illuminates the heart but also enhances the mental faculties. A non-Muslim requires greater time and effort than a Muslim to understand and comprehend. That has also been my personal observation during my travels around the globe. However, the problem with us Muslims is that we pay no attention to this side. Naturally, you cannot learn anything without effort.

THE POSITIVE CHANGE

Translated Speech of

His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

If a person, who doesn't have the sense to live properly in this world, considers himself a good Muslim, he is sadly mistaken. He can be a Muslim though, but never a good Muslim. This is because the real Muslims, nurtured by the holy Prophet-SAW, were great men of reason, research and science, who spread the light of real knowledge and civilisation in the whole world. During the present time, different forms of government have been adopted by various countries; some practise communism, others socialism, while many praise and follow democracy. Even in our country, all and sundry admire democracy, but somehow the democracy of each country is different. Pakistan's democracy is different from the Indian and the French is different from the British, while the democracy of its champion America is different from all of them. There is no consensus even on this popular form of government.

The Muslims, educated by the holy Prophet-SAW, were the first to present the concept and form of a model state to the world. The basic structure of government was devised by the Noble Caliphs. The state was centrally ruled by one Ameer, and its subdivisions (known as provinces) were administered by governors. The state maintained two forces: the police, to maintain internal law and order, and the Army, to counter external aggression. The justice department was an independent organisation having the authority to impeach both forces, as well as the government, and even the Ameer. A measurement of the land and its division in administrative districts and subdivisions was undertaken during the time of Caliph 'Umar Faruq-RAU. The Revenue Department was established during his rule, even the Secret Service or the Intelligence Department was also founded by him. The manufacture of gunpowder and the concept of naval warfare were introduced by the Companions. The basic structure of a government has remained unchanged ever since. The government may be communist, socialist or democratic; it may follow any ideology, but it has to conform to the basic design of government introduced by the Companions. The concept is so perfect and practical that nobody, to this day, has been able to add or subtract anything from it.

Muhammad Bin Qasim (May **Allah** shower **His** Infinite Mercy on him), the great Muslim general, who brought the Light of Islam to the Indian subcontinent, fell victim to the political upheaval, was recalled and sentenced to death. The warden of his prison could not reconcile himself to the thought of sacrificing a general of his calibre, only for the sake of political rivalries. On the eve of his execution, the warden arranged for a horse and went fully convinced and prepared to help Muhammad Bin Qasim to escape. When he opened his cell, he found the general drawing lines on the floor with a piece of charcoal. "It's good that you came." said the general, "Sit down and try to understand this." "We don't have much time. We can talk later. Just come out with me," said the warden. "Where to?" inquired the general. When the warden explained the escape plan to him, he said, "If I wanted to escape death, I wouldn't have returned from India. I certainly possessed greater strength than the present government. However, that would have sparked internal fighting within the Muslims and I cannot think of causing dissent in the Ummah, for the sake of one life. Thank you very much but I cannot flee to save myself.